ہفت روزہ خدام الدین لاہور

بانی ادارہ : شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فرمودات آزاد

سرورِ کائنات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مسلمانوں کا آقا کون ہو سکتا ہے لیکن خود آپ نے بھی جب عقبہ میں انصار سے بیعت لی تو فرمایا والطاعۃ فی معروف میری اطاعت تم پر اسی وقت تک کے لئے واجب ہے جب تک کہ میں تمہیں نیکی کا حکم دوں جب اس شہنشاہ کونین کی اطاعت مسلمانوں پر نیکی و معروف کے ساتھ مشروط ہے تو پھر دنیا میں کون بادشاہ، کون سی حکومت، کون سے رہنما اور کون سی قوتیں ایسی ہو سکتی ہیں جن کی اطاعت ظلم و عدوان کے بعد بھی ہمارے لئے باقی رہے

آدم کی اولاد دو کی محکوم نہیں ہو سکتی وہ ایک سے ملے گی دوسرے کو چھوڑے گی ایک جوڑے گی، دوسرے کو کاٹے گی پھر خدارا مجھے بتلاؤ کہ ایک مومن کس کو چھوڑے گا اور کس سے ملے گا ایک ملک کے دو بادشاہ نہیں ہو سکتے ایک باقی رہے گا ایک کو چھوڑنا پڑے گا پھر مجھے بتلاؤ کہ ایک مومن کی اقلیم دل کس کی بادشاہت قبول کرے گی یا وہ اس سے ملے گا جس کی حالت یہ ہے کہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل (۲:۲۷) خدا نے جس کو جوڑنے اور ملانے کا حکم دیا ہے وہ اسے توڑتے اور جدا کرتے ہیں

فی پرچہ : ایک روپیہ

اسلامی معاشرہ کی خصوصیت

عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے آپس کے رحم و کرم محبت اور میل جول کی تصویر دیکھنی ہو تو وہ خود انسان کے بدن میں نظر آجائے گی۔ بدن کے کسی عضو کو اگر دکھ پہنچے تو سارا بدن بے قرار ہو جاتا ہے۔ نیند جاتی رہتی ہے اور بخار آ جاتا ہے اور جب تک اس عضو کی تکلیف دور نہ ہو بدن چین سے نہیں بیٹھتا۔ ایسے ہی اگر ایک مسلمان کو تکلیف ہو تو اس کے دور کرنے کے لیے ساری سوسائٹی کو بے قرار ہو جانا چاہیے۔

آج کی دنیا میں معاشرہ کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ ہر شخص دوسرے شخص سے خوش حالی، مال و دولت، جاہ و حشمت، عزت و شہرت میں بڑھ کر رہنے کی کوشش کرے۔ ہر گروہ دوسرے گروہ کے مقابلہ میں دنیا کی ہر ممکن بہتری کے اندر اس کے آگے بڑھے۔ جان اور مال کی بازی لگا دے۔ اور جب تک حریف کو نیچا نہ دکھا دے چین سے نہ بیٹھے۔ اور تو اور مسلمان بھی دوسروں کی دیکھا دیکھی آج کل اسی خبط میں مبتلا ہیں۔ ہر ایک دوسرے کا گلا گھونٹ رہا ہے اور دن رات اپنا بھلا اور دوسرے کا برا کرنے پر تلا ہوا ہے اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اس کو آج کل انسان کی ترقی کی علامت سمجھا جا رہا ہے۔ کسی نے ہر ایک کے کان میں پھونک دیا ہے کہ دیکھ ادب کے مذہب، غلط اور صحیح کے خیال کو گولی مار۔ اپنے خیال پر اڑ جا۔ دوسروں سے چھین کر مال جمع کر۔ فوج، لشکر، ہتھیار جمع کرکے اپنا رکھ تاکہ دوسرا کان ہلا کان تک نہ ہلا سکا اور جب تو طاقتور ہو جائے تو پھر دوسروں سے اپنی بات منوا۔ الغرض یہ درندگی ہے یا انسانیت۔ پھر کچھ بھی ہو مگر اسلامیت تو ہرگز نہیں۔ اور جب اسلامیت نہیں تو انسانیت کیا خاک ہوگی۔

اگر آپ کو کچھ شوق ہے کہ اسلامی معاشرہ کا نقشہ دیکھیں تو اس حدیث پر غور کیجیے۔ اس سے زیادہ صحیح نقشہ کھینچنا انسان کے بس کا نہیں۔ یہ حدیث خود اپنی شرح آپ کر رہی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس طرح جسم کے ایک عضو کی تکلیف سے سارا جسم تڑپ اٹھتا ہے اور درد میں شریک ہوتا ہے اسی طرح ایک مسلمان کی تکلیف سے ساری مسلم برادری کو تڑپ اٹھنا چاہیے۔ اور اس کے آرام اور راحت کے لیے فکرمند ہو جانا چاہیے۔

اسلامی معاشرہ کے خصائص

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ۔ اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ۔ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، نہ اسے کسی مصیبت میں چھوڑ کر چل دیتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔ آپ نے تین دفعہ سینے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا۔ خوفِ خدا کا مرکز یہ ہے پھر فرمایا اگر آدمی میں ایک ہی برائی کافی ہے کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی خونریزی اس کے مال کا غصب اور

جلد ۲۳ شمارہ ۱۴

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

۷ ذیقعد ۱۳۹۷ھ ✱ ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۷ء

رئیس الادارہ: جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور ○ رئیس التحریر: حضرت مولانا مفتی محمود ○ مدیر: محمد سعید الرحمن علوی

اسیرانِ حیدر آباد

برصغیر جنت نظیر انگریز گردی کے ظالمانہ تسلط سے آزاد ہوا تو برصغیر ایک کے بجائے دو ملکوں میں بٹ چکا تھا "ہندوستان اور پاکستان" تقسیم کے اس عمل کے مسئلہ میں برصغیر کے مسلمانوں کی رائے متفقہ نہ تھی۔ ایک فریق تقسیم کے حق میں تھا جبکہ دوسرا فریق مسلمانوں کے مستقبل کے پیش نظر اس کو پسند نہیں کرتا تھا۔ سیاست کی دنیا بھی کشتی کا میدان ہے جس میں ایک کا ہارنا دوسرے کا جیتنا لازمی ہوتا ہے۔ سو ایسا ہی ہوا اور تقسیم کا فیصلہ ہو گیا۔ اس کے بعد پاکستان کے مقتدر لوگ دو طرح کے سنگین جرائم کا شکار ہوئے۔ جن میں سے اصل جرم تو ایک ہی ہے یعنی اسلامی نظام حیات سے گریز و فرار جو پاکستان کا بنیادی نظریہ تھا۔ یہ داستان اتنی تلخ اور اندوہناک ہے کہ ارباب اقتدار نے وہ وہ کام کئے جنہیں دیکھ کر سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔ مرزائی اور ہندو نما لوگ کابینہ میں لے لئے گئے۔ اور عملی طور پر اسلامی نظامِ حیات کے لیے کچھ نہ کیا گیا۔ جب کہ اس وقت کے ماحول میں ایسا کرنا بہت ہی آسان تھا کہ ملک ذہنی طور پر اس کے لیے بالکل طیار تھا۔ اس جرم کی سنگینی اور دسیوں قسم کے جرائم کا ذریعہ بنی۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ملک میں اتحاد و اتفاق، باہمی محبت و رواداری کی فضا نہ ہو سکی اور اس میں ان لوگوں کا ہاتھ تھا جو ایک تاریک پس منظر کے حامل تھے۔

ایسے افراد اس ملک میں بکثرت موجود تھے جنہوں نے انگریز دوستی اور ملک و ملت دشمنی میں اپنا وقت گزارا تھا جن کے دامن مسلمان کہلانے کے باوجود خونِ مسلم سے تر تھے اور جن کی زندگی کا مقصد بس چڑھتے سورج کی پوجا تھی۔ انہوں نے تقسیم ملک کی مخالفت کا سہارا لے کر نفرت و عناد کی فضا پیدا کرنے کے لیے مہم شروع کر دی نتیجہ یہ ہوا کہ آج تیس سال کے بعد ملک سے وفاداری و غداری کا مسئلہ جوں کا توں ہے۔

حالانکہ نظریۂ تقسیم کی مخالفت کوئی کفر نہ تھا اور پھر جبکہ ان شریف اور مخلص لوگوں نے تقسیم کے عمل کو بطیب خاطر قبول ہی کر لیا اور اس ملک کی خدمت کے لیے تحریک پاکستان کے مجاہدوں سے زیادہ خدمت کی تو انہیں یہ گالی دینا کہاں کا انصاف اور کہاں کی دانش مندی ہے؟

ہمارے نزدیک اس ملک کے دشمن اور غدار در اصل وہ لوگ تھے اور ہیں جنہوں نے اپنے مکارانہ اور سازشی

طرزِ عمل سے یہاں اسلام کا راستہ روکا اور ربع صدی سے زیادہ اس ملک میں احمقانہ کھیل کھیل کر ملک کو دولخت کرایا۔

خان عبدالقیوم جیسے افراد نے جو ناٹک رچایا اس نے خان عبدالغفار خان جیسے بزرگ سیاست دان اور اس ملک کی آزادی کے لیے تیس برس کے لگ بھگ جیل کاٹنے والے بہادر انسان کا راستہ ہمیشہ روکنے کی کوشش کی اور ہر دور کی حکومت سے سمجھوتہ کر کے اپنا الو سیدھا کیا۔

حیرت تو یہ ہے کہ وہ عظیم علماء و صوفیاء جن کی اکثریت اللہ کو پیاری ہو چکی ہے اور جن کی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں صرف ہوا تھا انہیں آج بھی معاف نہیں کیا جا رہا اور ان کے دامن پر چھینٹے برسانے والے وہی مجاورانِ پاکستان ہیں جنہوں نے مختلف روپ میں اس ملک کو لوٹا اور کئی ایک آج اس کے غم میں دبلے ہوتے جا رہے ہیں۔

خان عبدالغفار کے "اعمال" کی سزا انہیں جو ملی وہ تو ہے ہی، ستم بالائے ستم یہ کہ ان کے صاحبزادے خان عبدالولی اور ان کی پارٹی اور رفقاء کو بھی ملوث کر لیا گیا۔ اور لطف یہ ہے کہ اکثر حکومتوں نے ان سے تعاون کی درخواست کی۔ لیکن جب انہوں نے ظلم و زیادتی اور انسانی حقوق کی پامالی پر تعاون کرنے سے انکار کر دیا تو "وہابیت" کی طرح "غداری" کے گھسے پٹے ہتھیار سے ان پر حملہ آور ہونے کی جسارت کی گئی اور اس طرح ملک کے امن و سکون کو ہمیشہ غارت کیا گیا۔

بھٹو کا دورِ حکومت تمام برائیوں کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھا۔ مفتی محمود اور ولی خان کی پارٹیوں سے معاہدے اور ساری باتیں لوگوں کے ذہن میں ہیں لیکن سرحد کے درویش صفت وزیر اعلیٰ نے تختِ اقتدار کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا تو ذرائع ابلاغ کے دہانے ان کے اور ان کی پارٹی کے خلاف کھل گئے۔ اور ولی خان اور ان کے رفقاء تو پہلے ہی دھر لیے گئے اور یہ سب کچھ اپنی بدمعاشیوں کے تحفظ کے لیے کیا گیا اور اس کے لیے نہایت عجلت میں آئین میں ترامیم کی گئیں اور انہیں موثر بہ ماضی بنایا گیا۔ اس قصہ کو اب تین سال سے زائد ہونے کو ہیں۔ مرحوم شیرپاؤ کا قتل جس کی بنیاد پر ولی خان اور ان کے رفقاء کے خلاف یہ ظالمانہ قدم اٹھایا گیا تھا گو کہ ابھی تک فیصلہ طلب ہے لیکن جنرل ضیاء الحق صاحب کے بعض بیانات اور انٹرویوز اور دوسرے ذرائع سے اس کی حقیقت کافی حد تک سامنے آ چکی ہے۔ بھٹو ننگا ہو چکا ہے، ہو رہا ہے۔ جنرل صاحب خان عبدالغفار سے مل کر یہ کہہ چکے ہیں کہ "وہ اتنے ہی محبِ وطن ہیں جتنا کوئی اور پاکستانی"۔ اور یہ بھی لطیفہ ہے کہ ولی خان وغیرہ کے خلاف الزامات کی فہرست میں ۳/۴ حصہ بقول خان عبدالغفار خان ان کے خلاف ہے لیکن انہیں "مجرم" نہیں بنایا گیا اور نہ ہی انہیں عدالت میں لایا گیا۔

اس پس منظر میں دیکھا جائے تو آج ولی خان اور ان کے رفقاء کو جیل میں رکھنا اور بھٹو کے قائم کردہ خصوصی ٹریبونل کے رحم و کرم پر چھوڑنا جبکہ باقی سب ٹریبونلز ختم ہو چکے ہیں، کچھ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے اول تو ہماری گزارش یہی ہے کہ ولی خان اور ان کے رفقاء کو فی الفور رہا کر دیا جائے اور انہیں ملک کی سیاست میں بھرپور حصہ لینے کے مواقع دیے جائیں اور اس طرح بقول م۔ش "عوام" کی اعلیٰ ترین عدالت خود فیصلہ کر لے گی۔ لیکن اگر سپریم کورٹ کا ریفرنس آڑے آتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ ریفرنس ہے فیصلہ نہیں۔ تو اس پر بقول مولانا مفتی محمود نظر ثانی ہو سکتی ہے اور معزز و باوقار عدالت عالیہ و عظمیٰ کے ججوں پر مشتمل فل بنچ کے ذریعہ یہ کام ہو سکتا ہے۔

ہم امید رکھتے ہیں کہ "اسلام کے سپاہی" کی حیثیت سے مردِ مومن کا کردار ادا کرتے ہوئے اس معاملہ میں فوری قدم اٹھائیں گے۔ اب جبکہ پاکستان قومی اتحاد کے رہنما بھی اس مسئلہ کو جنرل صاحب کے علم میں لا چکے ہیں اور مطالبہ کر چکے ہیں تو اس سلسلہ میں مناسب یہی ہے کیونکہ اعلاء کے تقاضوں پر عمل کرنے والے ہی تقویٰ و قربِ الٰہی کے منازل طے کرتے ہیں۔

ہم ایک بار پھر اسیرانِ حیدرآباد کے مسئلہ کی طرف جنرل صاحب کی فوری توجہ مبذول کرانے کی درخواست کریں گے۔

علم — یکم ذی قعدہ ۹۸ھ

باقی ۳۱ پر

خطبہ جمعہ

ان الدین عند اللہ الاسلام

۲۱ اکتوبر ۱۹۷۷ء

۷ شوال ۱۳۹۷ھ

جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

ان الدین عند اللہ الاسلام ۔

محترم حضرات ! اس وقت ملک میں چھوٹی بڑی کئی پارٹیاں ہیں ۔ ان میں سے ملک کی سب سے بڑی پارٹی پاکستان قومی اتحاد اسلامی نظام حیات کی داعی ہے اور اس کے رہنما اسلام کی برکات اور اس کے محاسن و فوائد بیان کرتے ہیں ۔ جبکہ ایک پارٹی کے لیڈر (دانستہ یا نادانستہ) عوام کو اسلام سے بدظن کرنے اور خوفزدہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں ۔ یہ لیڈر اسلام پر مختلف عنوانات سے اعتراض کرتے ہیں ۔ اس کی تعلیمات و احکام کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں اور سادہ لوح لوگوں کو یہ تأثر دینے کی سعی کرتے ہیں کہ اگر اسلامی نظامِ حیات نافذ ہوا تو عورتوں پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے ۔ مزدور فلاں فلاں پریشانی سے دو چار ہو جائیں گے ، کسانوں پر یہ یہ مظالم ڈھائے جائیں گے اور لوگوں کو معمولی معمولی جرم پر سنگین سزائیں ملیں گی ۔ گویا ان کے نزدیک اسلام (معاذ اللہ) ظلم و تشدد اور بربریت کا دوسرا نام ہے ۔ سبحٰنک ھٰذا بہتان عظیم ۔

یہ دھوکہ باز اور عیار لیڈر محض اپنے اقتدار کی خاطر اللہ کے دین کو بدنام کرنے کے درپے ہیں ۔ عورتوں سے کہتے ہیں کہ اسلام آگیا تو تمہیں گھروں میں قید کر دیا جائیگا اور مرد چار چار عورتوں سے شادیاں رچانے لگیں گے ۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا واقعی اسلام یہی چاہتا ہے جو تم کہہ رہے ہو ؟ اگر فی الواقع اسلام اسی کا متقضی ہے تو پھر تم کون ہوتے ہو اس پر اعتراض کرنے والے ۔ کیا تم خدائے رحمٰن و رحیم اور "لطیف بالعباد" سے اس کے بندوں پر زیادہ مہربان ہو ؟ ــــــ اگر اسلام یہی چاہتا ہے اور تمہارے خیال میں یہ ظلم اور زیادتی ہے تو تم ایسے دین کو قبول کرنے اور ماننے کا دعوے کیوں کرتے ہو ۔ جو "نقلِ کفر کفر نباشد" ظلم و بربریت سے عبارت ہے اور تم صاف صاف یہ اعلان کیوں نہیں کر دیتے کہ ہمارا اس دین سے کوئی واسطہ نہیں ہے ۔

اور اگر اسلام یہ کچھ نہیں چاہتا جو تم اس کی طرف منسوب کرتے ہو ۔ تو خدا سے ڈرو اور اسلام پر بہتان تراشی کا مشغلہ ترک کر کے کوئی اور ہی مشغلہ اختیار کر لو ۔ فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ ۔

حیرت ہے کہ ایک طرف تو یہ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے ماضی میں بھی اسلام کی خدمت کی ہے اور آئندہ بھی اسلام کی خدمت کریں گے اور دوسری طرف ان کا یہ حال ہے کہ اسلام پر اعتراضات بھی کرتے ہیں ۔ الزام اور بہتان بھی لگاتے ہیں ۔ اس کی تعلیمات و احکام کا مذاق بھی

اڑاتے ہیں اور اس کے ساتھ سوشلزم کا پیوند بھی لگانا ضروری سمجھتے ہیں۔ ع ۔ کفر سے بدتر مسلمانی تری۔

ان کا دعویٰ ہے کہ ہم نے شراب پر پابندی لگائی تھی۔ ہم کہتے ہیں تم نے حکم خداوندی کی تعمیل میں ایسا نہیں کیا تھا بلکہ عوام کو دھوکہ اور فریب دینے اور اپنی کرسیٔ اقتدار کو بچانے کے لیے یہ حربہ استعمال کیا تھا۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ اپنے اقتدار کے آخری دنوں کے بجائے اقتدار کے ابتدائی دَور میں کیوں پابندی نہ لگائی؟ کیا اس وقت شراب حرام نہ تھی؟ تم نے اسلام کو بازیچۂ اطفال سمجھ رکھا ہے۔ تم شراب پر پابندی لگا کر عام مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے تھے مگر تمہارا یہ حربہ کامیاب نہ ہوا۔

کیا یاد نہیں کہ جب مفتی صاحب نے اپنے دَورِ وزارت میں صوبہ سرحد میں شراب پر پابندی لگائی تھی۔ تو بھٹو مفتی صاحب کے اس لائق تحسین اقدام پر سخت برہم ہوا تھا۔ اور مفتی صاحب کو شراب پر پابندی لگانے کے نقصانات بتاتا رہا۔ کہ آمدنی میں اتنا خسارہ ہو جائیگا یہ ہو جائیگا وہ ہو جائیگا۔

یہی حال ان لوگوں کا ختم نبوت کے مسئلہ پر تھا۔ ابتداءً انہوں نے اس مسئلہ کو دبانے کی کوشش کی۔ علماء اور ختم نبوت کے حق میں آواز اٹھانے والے دیگر مسلمانوں پر مقدمے بنائے، انہیں پابند سلاسل کیا اور ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے مگر جب بیل کسی بھی طرح منڈھے نہ چڑھی تو ناچار مسلمانوں کا مطالبہ ماننا پڑا۔ اب کس منہ سے کہتے ہو کہ یہ ہمارا کارنامہ تھا۔ تمہارا کارنامہ اس وقت سمجھا جاتا کہ کوئی مطالبہ کرتا یا نہ کرتا تم اس مسئلہ کو حل کر دیتے۔ مگر افسوس کہ یہ سعادت تمہارا مقدر نہ تھی۔

محترم حضرات! جو لوگ سالہا سال برسر اقتدار رہ کر اسلام کی کوئی خدمت نہ کرسکے ان سے آئندہ خدمت اسلام کی توقع رکھنا عبث ہے۔ جو لوگ (معاذ اللہ) اسلام کو ایک ناقص دین سمجھتے ہیں اور جن کے خیال میں [illegible] اسلام [illegible] ہے وہ اس کی کیا خدمت کریں گے

یاد رکھیے! اسلام دین فطرت اور دین رحمت ہے۔ یہ مردوں کے لیے بھی رحمت ہے، عورتوں کے لیے بھی رحمت ہے۔ امیروں کے لیے بھی رحمت ہے، غریبوں کے لیے بھی رحمت ہے، آجروں کے لیے بھی رحمت ہے مزدوروں کے لیے بھی رحمت ہے۔ اس کی طرف ظلم و جبر کا انتساب ایک نہایت ظالمانہ اور قبیح و شنیع حرکت ہے۔

محترم دوستو! اسلام ایک مکمل اور جامع نظام حیات ہے۔ یہ کسی اور نظریہ یا فلسفہ کی پیوندکاری کا قطعاً محتاج نہیں ہے۔ عبادات سے لے کر اخلاقیات، معاشیات اور معادیات تک سب کچھ اس کے دامن میں موجود ہے۔

مزا برسات کا چاہو مری آنکھوں میں آ بیٹھو
سیاہی ہے، سفیدی ہے، شفق ہے، ابر باراں ہے

اس میں پیوندکاری یا آمیزش کی ضرورت وہی لوگ محسوس کرتے ہیں جو اس کی حقیقت اور اس کی تعلیمات سے بالکل بے خبر اور شیطان کے جال میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں۔

ہماری دعا ہے اللہ انہیں ہدایت دے اور انہیں کامل مسلمان بنائے۔

حضرات گرامی قدر!

جن حضرات کی تاریخ پر نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ اسلامی نظام حیات جس ملک میں نافذ ہوا ہے وہاں جیسے فساد و خونریزی، ظلم و تشدد، رشوت و بے انصافی اور دوسرے جرائم کا قلع قمع ہوا ہے ایسے ہی اللہ کی خصوصی رحمتوں اور اسلام کی بہترین اقتصادی پالیسی کے نتیجہ میں معاشی بدحالی کا بھی وہاں سے خاتمہ ہوا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا انہوں نے وہاں زکوٰۃ و صدقات کی رقوم وصول کیں اور ان کا ایک تہائی مرکزی بیت المال بھیج دیا۔ جب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں وہ رقوم پیش کی گئیں تو خوش ہونے کے بجائے آپ غصہ ہوئے اور حضرت معاذ کو گرامی نامہ بھیجا کہ آپ کو یمن اس لیے بھیجا تھا کہ وہاں کے امیروں سے زکوٰۃ و صدقات وصول کر کے وہاں کے ضرورت مندوں پر تقسیم کر دیں۔ آپ کو اس سے

تو نہیں بھیجا تھا کہ وہاں سے چندہ وصول کر کے یہاں بھیجیں۔ پھر آپ نے یہ رقم کیوں بھیجی ؟

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس والانامہ کا یہ جواب دیا کہ یہاں سب کو دے دیا گیا۔ فاضل رقم جناب کے پاس بھیج دی۔

اگلے سال حضرت معاذ نے نصف اور اس سے اگلے سال پوری کی پوری رقم مرکزی بیت المال کے لیے بھیج دی۔ حضرت عمرؓ پھر ناراض ہوئے اور اپنے گرامی نامہ میں غصہ کا اظہار فرمایا۔ جواب میں اس بار بھی حضرت معاذ نے اُسی مجبوری کا اظہار کیا۔ جس کا پہلے گرامی نامہ کے جواب میں اظہار کیا تھا۔ کہ مَا وَجَدْتُ اَحَدًا یَّاْخُذُ مِنِّیْ شَیْئًا۔ یعنی مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو مجھ سے کچھ لے لے۔

غور فرمائیں کہ حاکم اعلیٰ اپنے ماتحت کو اس جرم پہ ڈانٹ رہے ہیں کہ ہمارے پاس اتنی کثیر رقم کیوں بھیجی ؟ اور ماتحت اپنے اس "نرالے جرم پر" یہ عذر پیش کرتا ہے کہ میں کیا کروں یہاں کوئی لیتا ہی نہیں۔

تاریخ عالم میں اس کی مثال کہیں نہیں ملے گی کہ کسی کو اس لیے تنبیہ نامہ لکھا گیا ہو کہ اتنی بڑی رقم کیوں اور کیسے بھیج دی۔ اور ماتحت نے اس انوکھے جرم پر یہ عذر پیش کیا ہو کہ ما وجدت احد ایاخذ منی شیئًا۔

ایسے ہی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دورِ خلافت میں عراق کے گورنر عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو حکم بھیجا کہ مقررہ وظائف ادا کریں۔ گورنر نے حکم کی تعمیل کے بعد رپورٹ بھیجی کہ تمام وظائف ادا ہوگئے مگر رقم اب بھی کافی باقی رہ گئی ہے۔ حکم ہوا کہ جتنے مقروض ہیں ان کا جائزہ لو اور جو فضول خرچی کی بناء پر مقروض نہ ہوئے ہوں۔ ان تمام کے قرض ادا کر دو۔ حکم کی تعمیل کے بعد گورنر صاحب نے پھر اطلاع بھیجی کہ مقروضوں کے قرض بھی ادا ہوگئے لیکن رقم پھر بھی با[illegible] رہ گئی ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حکم دیا کہ جن نوجوانوں کی شادیاں نہیں ہوئیں ان کے نکاح کرا دو اور مہر اسی رقم سے ادا کر دو۔ گورنر نے اس حکم پر عمل کر کے رپورٹ بھیجی۔ کہ اب بھی رقم بچ گئی ہے۔ حکم ملا کہ ضرورت مند کاشتکاروں کو تقاوی دے دیں تاکہ انہیں زمین کاشت کرنے میں سہولت ہو۔

یہ ہیں اسلامی نظامِ حیات کی برکات کہ رقم تو موجود ہے مگر اس کے مصارف (خرچ کرنے کی جگہیں) نہیں ملتے۔

محترم سامعین کرام! ہمیں یقین ہے کہ وطن عزیز کی بقاء و استحکام اور ترقی و خوشحالی اسلامی نظام میں مضمر ہے۔ اس لیے جو لوگ اس پاکیزہ نظام کے نفاذ کے لیے کوشاں ہیں وہ ہی فی الحقیقت اس ملک کے خیرخواہ اور وفادار ہیں۔ اور جو بداندیش، اس مقدس نظام سے لوگوں کو ڈراتے ہیں۔ اور اس کے راستے میں روڑے اٹکاتے ہیں انہیں ملک کے استحکام اور ترقی و خوشحالی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ ملک کو اسلامی نظامِ حیات سے محروم رکھ کر اس میں فساد و بدامنی پھیلانا چاہتے ہیں۔ اور اسے پریشانیوں میں گھرا ہوا دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے بچ کر رہنا ضروری ہے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ملک میں اسلام کے پاکیزہ نظامِ حیات کے نفاذ کی توفیق دے۔ اور ہماری مساعی مشکور فرمائے۔ آمین ثم آمین!

آیت کریمہ

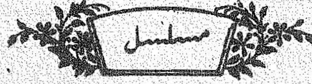
۲۰ اکتوبر بعد نماز مغرب انشاءاللہ

دعوت عام ہے

(ناظم)

افادات محمود

مفکر اسلام مولانا مفتی محمود زید مجدہم کے ارشادات



ضبط و ترتیب : مولوی محمد یوسف خان

علوم القرآن

اس بارے میں ان علوم کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جن کو قرآن کریم میں بالتنصیص اور بالتصریح بیان کیا ہو. لہذا قرآن کریم میں صراحتہً منطوقاً پانچ علوم ذکر کئے گئے ہیں.

اوّل۔ علم الاحکام :۔ من الواجب۱ و المندوب۲ والمباح۳ والمکروہ۴ والحرام۵ یہ احکام خمسہ ہیں یا ستہ ہیں۔ اگر مکروہ کو تقسیم کیا جائے تنزیہی و تحریمی کی طرف ۔ یہ احکام عبادات میں بھی ہیں ۔ کما ھوالمشہور۔ اور ان کا تعلق معاملات سے بھی ہے کما ذکرہٗ احلّ اللہ البیع و حرم الربوا ۔ اور ان کا تعلق تدبیرالمنزل سے بھی ہے جیسے باپ بیٹے کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق ۔ کہ بیوی کے لیے بغیر اجازت زوج باہر نکلنا حرام ہے۔ اور ان کا تعلق سیاست مدنیہ سے بھی ہے کہ اجتماعی زندگی میں بھی حلال و حرام ہیں ۔ فرمایا ومن لم یحکم بما انزل اللہ فا ولئک ھم الکافرون ۔ اور پھر عام لوگوں کے نزاعات کے بارے میں بھی ہے . فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک (الآیہ)

اتنی سخت وعیدوں سے معلوم ہوا کہ تحکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی احکام رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا فرض ہے ۔

الغرض ان احکام کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی سے بھی ہے منزل کی زندگی اور مکمل اجتماع اور نظام زندگی سے بھی تعلق ہے ۔

اس علم کو فقہاء کے سپرد کر دیا گیا ہے ھذا العلم مفوض بذمۃ الفقیہ ۔

اور فقہاء ہی اس بارے میں بحث کرتے ہیں ۔

ثانی : علم المخاصمہ وعلم الرد علی الفرق الضالۃ۔ فرق ضالہ کل چار ہیں (جن کا ذکر تفصیلاً عنقریب کیا جائے گا)

۱ یہود ۲ نصاریٰ ۳ مشرکین ۴ منافقین ۔

ان چار فرقوں پر صراحۃً رد قرآن مجید میں موجود ہے اور اس علم کو متکلمین کے سپرد کیا گیا ہے ۔ کہ المتکلم یبحث من علم المخاصمہ ۔

چنانچہ تمام فرق باطلہ پر رد اور ان کے عقائد پر رد علم کلام میں ہوتا ہے ۔ یاد رہے کہ معتزلہ خوارج، کرامیہ، جبابیہ، قدریہ، لاادریہ، مرجئہ اور روافض ان تمام پر رد متکلم کے ذمہ ہے ۔

اور یہ بھی ذہن نشین رکھئے کہ یہ تمام فرق باطلہ در اصل ان چاروں ہی سے نکلے ہیں ۔ اور نئے نئے نام رکھتے ہیں ۔

اس لیے یہ بات سب سے زیادہ ضروری ہے کہ متکلمین علم کلام کے نئے نئے مسائل کے رد کرنے میں جدید کتابیں لکھیں ۔ جیسے فرق قادیانیہ، لاہوری وغیرہ پر دلائل سے رد کریں اور تمام نئے فرقوں کی واضح طور پہ تردید کریں ۔

ثالث : علم التذکیر بآلاء اللہ

اس علم کے ضمن میں قرآن مجید نے یہ بتلایا کہ اللہ کی نعمتیں کتنی ہیں اور ان کی یاد دہانی کرائی ہے۔ یعنی خلق السماء والارض۔ و تعلیم العباد ما ینبغی لہا۔ اور حواس خمسہ۔ باصرہ، شامہ، ذائقہ، لامسہ، عقل، لیل و نہار۔ فلک و نجوم، شمس و قمر۔ اور پھر ان نعمتوں کے اصول بتلائے۔ ان اصول کے ضمن میں تحمید و تسبیح کا ذکر کیا اور پھر اللہ کی صفات کا ذکر کیا۔ اور بتلایا کہ یہ بھی آپ کے لیے نعمتیں ہیں۔

رابع۔ تذکیر بایام اللہ

اس علم کی حد میں اللہ تعالیٰ نے عبرت انگیز وقائع بتلائے، سابقہ امتوں کے حالات بتلائے جس میں مطیعین کو نعمتوں سے نوازا۔ اور مجرمین پر قہر نازل کیا جیسے قوم لوطؑ قوم ھود وغیرہ۔

ان حالات کو ذکر کرنے کا مقصد محض قصہ گوئی نہیں بلکہ بتلانا ہے کہ دیکھو تمہارے لیے بھی یہی اصول ہیں۔ تمہارا حال بھی یہی ہوگا۔ کہ اگر اطاعت کروگے تو ثواب ملے گا، اگر خباثت کروگے تو عذاب ملے گا۔

خامس : علم التذکیر بالموت وما بعدہٗ

اس علم کے ضمن میں قرآن کریم نے یہ بتلایا۔ بوقت موت جیسے قبض روح۔ منکر نکیر، قبر وغیرہ اور ما بعد الموت من الحشر والنشر والحساب والمیزان والجنۃ والنار۔

ان تمام چیزوں کا تعلق اور مقصد بھی یہی ہے کہ دیکھو تمہارا مستقبل یہ ہے تم اس مستقبل کے استقبال کے لیے تیار رہو۔ دوام اور ہمیشگی تم میں سے کسی کے لیے نہیں ہے۔ اللہ کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے۔ جہاں پر اعمال ماضیہ پر جزا و سزا وصول کروگے۔ خیال رہے کہ یہ آخری تین علوم (تذکیر بآلاء اللہ، تذکیر بایام اللہ تذکیر بالموت) مذکر اور واعظ کا وظیفہ ہیں۔ اور ان علوم میں واعظ احادیث اور آثارِ صحابہ سے تفصیلات بھی شامل کرتا ہے۔ تاکہ اس کو اور زیادہ موثر بنایا جائے

ان علوم قرآنیہ کو کس طریقہ پر بیان کیا گیا ہے

قرآن کریم نے ان علوم کو قدمائے عرب کے طریق پر بیان کیا ہے متاخرین کے طریق پر نہیں۔

چنانچہ متاخرین ایک بات کو منقح کرکے پیش کرتے ہیں، غیر ضروری قیودات نہیں لگاتے جو کہ قیوداتِ کاشفہ ہوتے ہیں۔

الغرض قیودات دو قسم پر ہیں (۱) قیود واقعی (۲) قیود احترازی۔

چنانچہ متاخرین قیود واقعیہ کو بیان نہیں کرتے۔ اس سے اشتباہ ہو جاتا ہے لیکن قدمائے عرب میں یہ بات نہیں ہوتی تھی۔

لہٰذا قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر ایسے قیود لگائے گئے ہیں جو کہ قیود واقعیہ ہیں احترازیہ نہیں اور قیود واقعیہ وضاحت وکشف کے لیے لگائے جاتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ مفہوم مخالف کا اعتبار کیوں نہیں کرتے

اسی لیے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نصوص میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے۔ یہ اس لیے کہا کہ ایسے قیود جو وضاحت کے لیے لگائے گئے ہیں ان کا حکم اس قید کے ساتھ معلق نہیں ہوتا۔ اس لیے قرآن و سنت میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے۔

لیکن اس کے باوجود فقہاء نے لکھا ہے۔ روایاتِ فقہاء میں قیوداتِ احترازیہ موجود ہوتی ہیں۔ لہٰذا وہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوگا۔

الغرض فقہی مسائل متاخرین کے طریقہ منقحہ کے مطابق بیان کئے جاتے ہیں۔ لیکن قرآن کا طرز قدمائے عرب کی نہج پر ہے۔

ذکرِ علم مخاصمہ قرآن کریم میں بدلیل خطابی ہے برہانی نہیں

چنانچہ علم مخاصمہ میں رد علی الفرق الضالہ سے متعلق جو آیات ہیں ان میں جو مقدمات رد کے لیے استعمال کئے جاتے ہیں وہ مشہورات مسلمہ اور خطابیات نافعہ ہوتے ہیں۔ اور انہی کے ذریعے خصم کو الزام دیا جاتا ہے تو یہ بدلیل برہانی نہیں بلکہ خطابی ہے۔

الغرض علم مخاصمہ میں الزام الخصم بدلیل الخطابی ہے

(باقی ۲۰ پر)

فقر کیا ہے؟

حضرت امام المجاہدین الشیخ محمد اسمٰعیل شہیدؒ دہلوی قدس اللہ سرہٗ العزیز کا ایک وعظ جو علم و عرفان کا گنجینہ ہے، پیشِ خدمت ہے۔

(مدیر)

اے مومنین میں آج آپ کو ایسی باتیں سناؤں گا جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور تمہاری موجودہ حالتوں پر موازنہ کریں گی۔ موجودہ زمانے میں عموماً لوگوں کی زبان پر یہ ہے کہ فلاں شخص فقیر ہے اور فلاں صاحب کرامت ہے۔ ایک حضرات مومنین کا گروہ ہے جو دریائے فقر میں ڈوبا ہوا ہے اور ہزاروں ان کے مرید بھی ہیں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ان کی فقیرانہ معاشرت پر حملہ کروں یا اس پر اپنی کچھ رائے دوں۔ بلکہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ میری مدد کرے کہ فقر کی اصلی حالت تم پر بیان کر دوں۔ کہ ہادیٔ اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) اور نیز خود خداوند تعالیٰ نے کس شخص کو فقیر گردانا ہے۔ اور کون کونسی صفتیں ایسی ہیں جو ایک فقیر میں ہونی لازمی ہیں۔ دراصل فقر حاجت کا نام ہے اور بے حاجت ہونے کو فقیر نہیں کہتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز فقیر ہے کیونکہ اس کو اپنے ہر وقت موجود ہونے کی حاجت ہے۔ مگر میں تمہیں اس منطقی الجھاؤ میں پھنسانا نہیں چاہتا جو حقیقت فقیر کی خدا و رسولؐ نے بیان کی ہے وہ میں تمہیں سمجھا دیتا ہوں تاکہ اس سے تم اصلی اور بناوٹی فقیر کی شناخت کرنے میں غلطی نہ کرو۔

فقیر جس کو ہم دوسرے لفظوں میں محتاج کہہ سکتے ہیں اپنے ساتھ ایک وسیع معنی رکھتا ہے۔ شریعت مطہرہ نے اس شخص کو فقیر تسلیم کیا ہے جو خدا کے سوا سب سے بے نیاز ہو اور جو مریدوں کا محتاج ہو وہ ہرگز فقیر کے لقب سے پکارے جانے کا مستحق نہیں (جزاک اللہ فی الدارین خیراً ایک جوشیلی آواز سامعین میں سے آئی۔ بھائیو یاد رکھو ایسی فقیری سے جو دوسروں کا محتاج بنا دے خود رسولِ خداؐ نے بھی پناہ مانگی ہے۔ جہاں آپؐ ارشاد کرتے ہیں اعوذ بک من الفقر۔ یعنی مفلسی سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔

دوسری حدیث اور بھی ان ہی الفاظ میں آئی ہے: وکاد الفقر ان یکون کفراً۔ قریب ہے کہ فقیری کفر ہو جاتے۔ حقیقت میں خدا اپنے کسی بندہ کو ایسے فقر میں مبتلا نہ کرے جس میں اضطراب پایا جاتے۔ جیسے سعدی شیرازی نے لکھا ہے۔

> جز ایں دو رکعت و آں ہم بہ پریشانی

لیکن میں کہتا ہوں ایسا شخص جو دولتمند ہو اور ہزاروں روپے کا سامان رکھتا ہو اور پھر اس کی ہوس کی اسے چین نہ لینے دے اور وہ سخت پریشان ہو۔ سو فقیروں کا ایک فقیر ہے۔ انہی کے لیے یہ جملہ بھی چسپاں ہو سکتا ہے

> آناں کہ غنی تر اند محتاج تر اند

مگر ایسا مقدس فقر جس کی دعا رسولِ مقبول نے کی ہے یہ ہے: اللّٰھُمَّ احیِنی مسکیناً و امتنی مسکیناً یعنی اللہ مجھ کو زندہ رکھ مسکین اور مار مجھ کو مسکین۔ کیونکہ اول میں مضطر کا فقر مراد ہے۔ جس سے آپ نے پناہ مانگی ہے اور جس کی دعا مانگی ہے وہ یہ ہے کہ اقرارِ مسکنت اور ذلت اور احتیاج کا خدا کی طرف ہے۔ اب دونوں حدیثوں میں مخالفت نہ رہی۔

اے مومنین! تم نے بغور سنا اور دیکھا کہ شریعت غرا نے کس فقر کو جائز [illegible] کس فقر کو ناجائز قرار دیا۔ مگر موجودہ زمانہ میں افسوس ہے کہ صرف رنگین کپڑے اور گلے میں پانسو دانوں کی تسبیح ڈالنے کا نام فقیری قرار دے لیا ہے۔ چاہے اس کے اعمال اور افعال کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔ خدا اور رسولؐ کے فرمودہ کی

کوئی پرواہ نہیں کرتا - جہاں عوام الناس نے اس رنگ و روغن کا کوئی شخص دیکھا اسے ولی سمجھ لیا - اور یہاں تک کہ مبالغہ آمیز خیالات ان کی طرف منسوب ہونے لگے -

جو کہ ٹھیٹ اسلام سے کوسوں دور ہیں - کہیں اس کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے اور کہیں اس سے طلب مغفرت کی آرزو کی جاتی ہے - اور کہیں اسے پہنچا ہوا مانا جاتا ہے - کہیں اس کے ہاتھوں میں آسمان و زمین کے خزانوں کی کنجی دی جاتی ہے اور خبر نہیں اس کی نسبت کیا خوش اعتقادیاں کی جاتی ہیں - میں کسی پر اپنی رائے قائم کرنا نہیں چاہتا - بلکہ عموماً ہندوستان کے ان حصص میں جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں اور یقیناً کوئی کونا ایسا نہیں ہے جہاں مسلمان نہ ہوں ایسے ہی فقیروں کو نعوذ باللہ مشکل کشا تسلیم کیا جاتا ہے - اپنی دینی اور دنیاوی بہبودی کا دارو مدار ان ہی پر رکھا گیا ہے - اب یہ دیکھنا مشکل ہے آیا اس قسم کے بنے ہوتے فقیر ہی اپنے کو اپنے معتقدوں سے ایسا منوانا چاہتے ہیں اور اپنے کو ان صفات سے جو خدا اور رسولؐ کے لیے خاص ہو گئی ہیں - شہرت دنیا چاہتے ہیں - یا مضمون ہے کہ :

ع پیران نمی پرند و مریدان ... پرانند

میں ان کی ... اپنی کوئی قطعی رائے ... نہیں کرتا - دل کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے - ... ان کا ظاہر معاش ... یہ خیال کرنے میں مدد دیتی ہے کہ انھوں نے جو جو کچھ باتوں کے ڈھکوسلے بنا دیئے اور جس طرح وہ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اسی سے صاف اظہار ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو ولی بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ منوانا چاہتے ہیں - وہ کسی مقبرہ میں یا کسی پیر شہید کی قبر پر گروا کپڑے پہن کر بیٹھے رہتے ہیں - بظاہر لوگوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کھاتے اور شب و روز روزہ سے گذارتے ہیں مگر ان کی توانائی اور چالاک چست رہنے میں کوئی فرق نہیں آتا - ان کے یہ کرتب محض جاہلوں کو دھوکہ دینے اور فریب میں پھنسانے کے ہوتے ہیں - شعائر اسلام سے ایسے بھائی مسلمانوں ! ان کی یہ باتیں بہت مستبعد ہیں - میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ ایسوں سے جہاں تک تم سے ہو سکے اپنا دین و ایمان بچاؤ ؎

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی

بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے

ان کی محبت بظاہر خوش اور سعید معلوم ہوتی ہے - لیکن ان کا زہریلا اثر نہ صرف تمہارے دلوں کو زہر آلود بنا دے گا بلکہ تمہارے ذہن کو بھی ایسی سخت مضرت پہنچے گی کہ تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے - اگر میں اپنی طرف سے ایک لفظ بھی کہوں تو الٹا میرے منہ پر مارو - کیونکہ تم مسلمان ہو اور تمہارا ایمان حدیث و قرآن پر ہے - اس لیے میں جو کچھ کہوں گا انہی دو مقدس مجموعوں سے کہوں گا اور جسے بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے تمہارا فرض ہوگا کہ اس کے آگے سر تسلیم خم کرو - خدا تعالیٰ کس فقیر کی شان میں ارشاد کرتا ہے اور کس فقیری کی فضیلت بتاتا ہے :

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

یعنی وہ مہاجر فقیر جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے ڈھونڈتے ہیں اس کا فضل اور اس کی رضا مندی اور مدد کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی -

اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اصلی فقیر وہ ہے جس نے اپنا تن من دھن سب خدا کی راہ میں قربان کر دیا - اس لیے خدا کی رضا مندی اور فضل انہیں حاصل ہوا - خدا کی رضا کی تلاش میں گھروں سے بے گھر ہوا اور اپنے اس مال کو جو زندگی کا جزو اعظم کھو کے حاصل کیا ہے لٹا دینا یہ شان فقیری ہے اور حقیقت میں ایسا ہی شخص فقیر ہے برخلاف اس کے آج کل ہم کن فقیروں کو دیکھتے ہیں جو فقیری کے پردہ میں بے چارے غریبوں کا مال غصب کرتے ہیں - یتیموں کے حلقوں سے نوالہ نکالتے ہیں اور ... کی دھن میں انہیں کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا کہ کہاں جا رہے ہیں - اور ہم نے کون سی راہ اختیار کی ہے - میں تم سے دریافت کرتا ہوں کہ آیا کبھی انھوں نے دین خدا کی مدد کی یتیموں پر کبھی انہیں رحم آیا - اور کبھی بھی ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ ریاضت کر کے کچھ پیدا کریں اور وہ مساکین لنگڑے لولے ہیں ان کا پیٹ بھریں - جو کچھ انہیں خیرات دیتے ہو اپنے معصوم بچوں کے حقوق کا ان کے دینے میں ذرا پاس و لحاظ نہیں کرتے خوب سمجھ لو کہ اس کا جواب تمہیں خدا کے ہاں دینا ہوگا - قرآن مجید میں جن مساکین کے دینے اور ان کی مدد کرنے کا حکم ہے وہ دین اللہ کے خادم بہت ... دست و پا ہیں - جن کی نسبت ارشاد ہوا ہے - لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا - یعنی دینا ہے ان مفلسوں کیلئے جو رکے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور چل پھر نہیں سکتے ملک میں“

اس آیت سے یہ مراد بھی ہے کہ ایسے لوگ جنھوں نے اللہ کی رضا مندی میں اپنا گھر لٹا کر اپنے کو وقف کر دیا اور اب

تحریر: حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری

مرسلہ: مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری

شیخ الاسلام

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

واقعات کے آئینے میں

۱۔ حضرت امیر الہند سیدنا مولانا مدنیؒ ۱۳۱۶ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اور آج تک سارا زمانہ درس و تدریس استفادہ باطنی میں گزارا۔ سالہا سال حضرت شیخ الہندؒ جیسے محقق متبحر کے زیر سایہ علوم ظاہریہ و باطنیہ میں مہارت حاصل کی۔ پھر عمر کا اکثر حصہ سیاسی مناظر اور قید و بند ہند و بیرون ہند گزارا۔ (الاعتدال صـ۲۹)۔ میرے ایک دوست نے سوال کیا کہ تو کیوں سیاسی جلسوں میں حضرت مدنی کی طرح شریک نہیں ہوتا تو اس کو میں نے یہ جواب لکھا (الاعتدال صـ۲۹)۔ لوگ کہتے ہیں کہ آخر حضرت مدنیؒ بھی تو دونوں کام سیاست بھی اور پڑھایا بھی کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ بے شک کرتے تھے۔ مگر مجھے حضرت مدنیؒ کی حرص کرنا سراسر حماقت ہے۔ بھلا وہ شخص جس کے یہاں سفر و حضر برابر ہو دن رات یکساں ہو، نہ اس کو راحت کی ضرورت ہو نہ تکان پاس پھٹکتا ہو۔ اس کی کوئی کیا حرص کر سکتا ہے۔ ان کا تو یہ حال ہے جاڑے سفر شروع کریں اور کراچی سے اُتر کر سیدھے دو شب و روز ریل میں گزار کر پانچ بجے صبح دیوبند پہنچیں اور چھ بجے بخاری شریف کا سبق پڑھا کریں جیسا کہ آخری حج میں پیش آیا ہے۔ مسلسل پندرہ دن تک روزانہ کئی سو میل سفر کریں۔ کئی کئی تقریریں کر دیں جیسا گزشتہ سال ہوا۔ ابھی سہارن پور میں سیرت پر ایک ہفتہ وار تقریر کا وعدہ ایک مجلس میں کر گزرے تھے۔ کئی مہینہ تک ہر ہفتہ شب کی گاڑی سے آنا۔ عشاء کے بعد ایک بجے تک تقریر کرنا اور تین بجے بغیر کسی کے جگائے اُٹھ کر ریل پر چلی دینا اور صبح کو سبق پڑھانا۔ جس میں مسلسل تین چار گھنٹے تقریر فرمانا۔ اس کے برعکس میں ہوں کہ میرا منتہائے سفر اکثر دہلی ہوتا ہے۔ جانے سے پہلے سہم جاتا ہوں کہ سفر درپیش ہے اور آنے کے بعد دو تین دن سفر کا خمار اور تعب و تکان رہتا ہے۔ سبق میں دل جمعی نہیں ہوتی، تالیف میں دل بستگی نہیں ہوتی۔ حضرت مدنیؒ کی ابتدائی مدرسی مدینہ عالیہ میں برسوں ایسی جانفشانی سے گزر چکی ہے کہ بعض زمانوں میں مسلسل بارہ تیرہ سبق روزانہ پڑھانا، شب و روز میں صرف دو تین گھنٹے سونا۔ باقی اوقات یا سبق یا مطالعہ، جو شخص ایک عرصہ تک اس طرح استعداد کو پختہ کر چکا ہو، اُس کی حرص کرنا اپنی استعداد کو ناقص کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ تو ظاہری علوم کا حال تھا۔ اب سلوک کی سُنو۔ سب سے پہلے غوطہ تو بحرِ عشق و معرفت شیخ العرب و العجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں لگایا اور مدینہ پاک میں مسجد اجابت جیسی بابرکت اور یکسو جگہ میں عرصہ تک ضربیں لگائیں۔ پھر اس کی تکمیل و تاسیس قطب الارشاد حضرت اقدس گنگوہیؒ نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں ہوئی۔ پھر برسوں حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کے ظلِ عاطفت میں مالٹا کی یکسوئی میں اس رنگ کو پکایا۔ ایسے شخص پر اغیار کا کیا اثر ہو اور کیا تشتت اس کو مضر ہو اور میری حالت یہ کہ بالکل تنہائی و یکسوئی نہیں ہوتی (الاعتدال صـ۲۵)۔ ؎

ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

۲۔ ایک مرتبہ دسمبر کا مہینہ سردی زور پر اور بارش اس سے زیادہ ساڑھے گیارہ بجے رات کے میں اپنے مکان کے دروازے پر کتاب دیکھ رہا تھا کہ دروازے پر ہی سویا کرتا تھا کہ زنجیر زور سے کھٹکی، پوچھا کون؟ ارشاد ہوا حسین احمدؒ

ننگے پاؤں اٹھ کر کواڑ کھولے اور تعجب سے پوچھا حضرت
اس وقت بارش میں ؟ ارشاد ہوا لکھنؤ جانا تھا۔ کلکتہ میل دو
گھنٹہ لیٹ ہے۔ یہ تو مجھے یقین تھا کہ تم جاگ رہے ہوگے۔ اس لیے
یہ خیال ہوا کہ تمہارے ورثے کر آؤں۔ میں نے نہایت گستاخی سے
کہا۔ ان مبارک ہونٹوں سے یہ لفظ بڑا ثقیل ہے۔ میں نے چائے کی
درخواست کی، ارشاد فرمایا۔ ریل پر جاکر پیوں گا۔ چائے پی کر
بارش میں جانا پڑے گا۔ تانگہ بھی باہر بھیگتا ہے۔ اور حضرت
ایک گھنٹہ تشریف فرما کر اور خصوصی ارشاد فرما کر تشریف لے
گئے (آپ بیتی صہ ۱۰۹)۔

۴۔ بعض دوستوں کے شدید اصرار پر میں نے مظفر نگر کا وعدہ کر لیا۔
لیکن اپنے اس سفر کی وحشت سے ٹلتا ہی رہا۔ حضرت اقدس مدنیؒ
ایک مرتبہ ۱۵ ربیع الاوّل ۱۳۷۰ھ کو مظفر نگر گھٹنوں کا علاج بجلی
سے کرانے کے لیے ایک ہفتہ عشرہ کے واسطے تشریف لے گئے
میرا جن احباب سے وعدہ تھا۔ انہوں نے لکھا کہ تمہارا اتنے دنوں
سے وعدہ ہے۔ اس وقت حضرت مدنیؒ بھی یہاں مقیم ہیں۔ اچھا موقع
ہے۔ عیادت بھی ہو جائے گی، ہمارا وعدہ بھی پورا ہو جائیگا۔
انہوں نے اس حسن ظن سے کہ حضرت اقدس پسند فرمائیں گے جب
انہوں نے حضرت سے ذکر کیا تو حضرتؒ نے اسی ڈاک سے فوراً لکھا
میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے تم مظفر نگر کا ارادہ نہ کرنا۔ میں
دو تین دن میں انشاء اللہ سہارن پور آؤں گا۔ چنانچہ اسی طرح حضرت
اقدس مظفر نگر سے مع سامان خشم و خدم ریل میں سوار ہو کر آئے
ان سب کو تو دیوبند اتار دیا۔ آپؒ تنہا سہارن پور تشریف
لائے اور پھر اگلی گاڑی سے واپس ہوئے۔ (آپ بیتی صہ ۲۰۰)

۵۔ جب اس ناکارہ کی تقریباً عمر بارہ سال سے کم تھی۔ ۱۳۲۰ھ
میں حضرت مدنیؒ قدس سرہٗ نے تقریباً دو ماہ گنگوہ شریف میں
قیام کیا۔ آپ مسلسل روزے رکھتے تھے۔ معمول یہ تھا کہ حضرت
عصر کی نماز خانقاہ کی مسجد میں پڑھا کر سیدھے حضرت قطب عالم
قدس سرہ کے مزار پر تشریف لے جاتے۔ مغرب تک وہاں
مراقب رہتے اور غروب سے پانچ سات منٹ پہلے
اٹھتے۔ ہمارا گھر خانقاہ کے راستے میں تھا۔ میری والدہ مرحومہ
کئی نوع کی پھلکیاں وغیرہ تیار کر کے رکھتیں، دروازے پر ایک
چارپائی بچھا کر دسترخوان بچھایا جاتا اور میں باہر کھڑا ہو جاتا۔
جب حضرت کو آتے دیکھتا تو اپنی والدہ سے کہتا وہ فوراً پردہ میں
چلی جاتیں۔ پھر حضرت آ کر روزہ افطار کرتے۔ (یاد ایام صہ ۶۶)

۶۔ ایک دفعہ میرے پاس دہلی سے گاجروں کے حلوے کا
پیکٹ آیا۔ میں نے اس کو لیتے ہی چھینکا پر رکھ دیا کہ
تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت تشریف لے آئے بچپن سے
ایک صاحب سے کہا وہ اٹھا کر کھول کر حضرت کی خدمت
میں پیش کریں۔ اتنے میں حضرتؒ نے خود ہی پیش قدمی فرما کر
اسے اتار لیا اور اس کپڑے کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ وہ تو بادشاہ
تھے ان کی نظر میں ایسی کیا چیزیں تھیں۔ لیکن میں ان کی نظر
میں بخیل۔ پہلے تو مجھے اس کپڑے کا قلق ہوا کہ کیسا ضائع ہوا ہے
اور حضرت اقدسؒ نے ایک دو انگلی تو اس سے خود نوش
فرمایا اور باقی جو دو سیر کے قریب تھا آنے والوں کو تقسیم
فرما دیا۔ مجھے نہ چکھایا سارا ختم کر کے فرمایا، یہ بخیل چھینکے پہ
رکھتا ہے۔ ایسی شفقتیں تھیں حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ کی۔

۷۔ حضرت اقدسؒ کو کھدر سے تو عشق تھا اور ولایتی کپڑے سے
نفرت تھی۔ یہ تو ساری دنیا کو معلوم ہے لیکن اس سیاہ کار کے
حال پر ایک مزید شفقت یہ تھی کہ بیسیوں دفعہ جب پہلی
کرتہ دیکھتے تو گریبان میں ہاتھ ڈال کر اس زور سے چاک فرماتے
کہ نیچے تک پھٹ جاتا۔ حضرت اقدسؒ کی حیات تک ڈر کے
مارے کھدر کا بہت ہی اہتمام رہا۔
حضرت اقدسؒ کی آمد کا وقت مقرر نہ تھا۔ نہ دن نہ رات
اس لیے گرمی میں بھی کھدر ہی پہنتا تھا۔ حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ
علیہ کی صاحبزادی کو حضرت سہارن پوری سے بہت محبت تھی۔
اور حضرت کو بہت ہی زیادہ اماں جی سے عقیدت و محبت تھی۔
اور اس کا احترام تھا۔ میرے حضرت کھدر بالکل ہی نہیں
پہنتے تھے۔ حضرت صاحبزادی نے روئی منگوا کر بہت ہی بابرکت
سُوت خود کات کر ایک جوڑا تیار کر کے اپنے دست مبارک سے
سی کر میرے حضرت سہارن پوری کی خدمت میں بھیجا۔ حضرتؒ نے
جمعہ تو ان کے احترام میں اس جوڑے کو پہن کر پڑھا۔ دوسرے
دن نکال کر اس ناکارہ کو یہ کہہ کر عطا فرمایا کہ تم تو مولوی
حسین احمدؒ کی خاطر کھدر ہی پہنتے ہو، اس کو بھی پہن لیا کرو۔
(یاد ایام صہ ۶۵)

۸۔ حضرت اقدسؒ کی شفقت کے قصے کہاں تک لکھوں،
ایک دفعہ مجھے بخار آیا، معمولی تھا۔ کسی جاننے والے طالب علم سے
حضرت نے خیریت پوچھی۔ اس نے کہا کہ بخار آتا ہے۔ حضرت اسی
وقت کی گاڑی سے تشریف لائے اور کچے گھر میں قدم رکھتے ہی

یہ شعر پڑھا ؎

تعاللت کی اشجی وما بک علۃ
تریدین قتلی قد ظفرت بذالک

میں ایک دم حضرتؒ کی آمد پر کھڑا ہو گیا۔ فرمایا اچھے خاصے ہو۔ شور مچا رکھا ہے بخار کا۔ میں نے عرض کیا حضور کی خدمت میں میں نے کونسا تار دیا ہے کہ مر رہا ہوں۔ فرمایا ساری دنیا میں شور مچ گیا ہے بخار کا۔ بخار والا یوں کھڑا نہیں ہوا کرتا۔ میں نے عرض کیا۔ ؎

اُن کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پہ رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

اور واقعی ایسا ہی ہوا کہ میرا بخار جاتا رہا۔ یہ حضرت کی تشریف آوری کی برکت تھی۔ ایک ادا حضرت اقدسؒ کی بڑی پسند آیا کرتی تھی۔ ایک ادا کیا، ادائیں تو ہزاروں بلکہ لاکھوں اور ایک سے ایک بڑھ کر ؎

فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر
ادائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک

میں نے بارہا بار دیکھا حضرت مدنیؒ حضرت اقدس سہارنپوری کی خدمت میں ایسے وقت ملاقات ہوتی جب حضرت کا درس جاری ہوتا تو بہت خاموشی کے ساتھ آکر قاری کے پاس بیٹھ جاتے، نہ سلام نہ مصافحہ نہ ملاقات۔ جب قاری ختم کرتا تو اُسے اُستاد سے روک کر خود حدیث پڑھنا شروع فرما دیتے۔ اس سے حضرتؒ کو پتہ چل جاتا۔ پھر سبق کے آخر پر سلام مصافحہ ہوا کرتا تھا۔

۹۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ اور میرے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ (مولانا محمد الیاس صاحب) اور یہ ناکارہ تینوں حضرات گنگوہ شریف حاضر ہوئے۔ وہاں پہلے کسی نے بھی اطلاع نہ دی۔ چچا یعقوب صاحب اور ان کی والدہ حضرت صاحبزادی صاحبہ (جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ کی صاحبزادی اور بہت بزرگ تھیں) کو ہم سے جو پہنچ جاتا اس قدر مسرت ہوتی کہ عید آجاتی۔ کچھ انتہا نہیں۔ وہ منظر اب بھی آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے اور اب مرتبہ تو تینوں ساتھ تھے۔ حضرت صاحبزادی صاحبہؒ نے نہایت عجلت میں تھوڑے تھوڑے کئی قسم کے سالن تیار کئے اور جلدی کھانا پکانے میں حضرت اماں جی کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اُن کا مشہور مقولہ تھا کہ تم آٹھ آدمی کھانا کھانے بیٹھ جاؤ۔ ایک روٹی لے کر میں روٹی پکاؤں گی۔ اگر درمیان میں تار ٹوٹ جائے تو میرا ذمہ۔ اور ہم لوگوں میں سے کوئی ایک یا سب تنہا ہوتے یعنی کوئی غیر ساتھ نہ ہوتا تو کھانا گھر میں بُلا کر کھلایا جاتا۔ اگر اور کوئی ساتھ ہوتے تو باہر بیٹھک پر کھانا بھیج دیا جاتا تھا۔ چونکہ ہم تین تھے۔ اندر بُلا لیا گیا۔ حضرت صاحبزادیؒ نے خوان میں کئی قسم کے سالن نکال کر الحاج چچا یعقوبؒ صاحب کے ہاتھ بھیجا۔ وہ سالن رکھ کر گرم گرم روٹیاں لینے کے لیے اندر گئے۔ حضرت مدنیؒ نے ہمیں کہا کہ سالن نپٹا دو۔ پھر کیا تھا۔ میرا لڑکپن سب سالن ختم کر دیا۔ پھر وہ روٹی رکھ کر حیرت سے اماں جی سے کہنے لگا۔ اماں جی ان حضرات نے تو سالن روکھا کھا لیا۔ پھر وہ سالن لینے گئے تو حضرت مدنیؒ نے فرمایا۔ روٹیاں نپٹا دو۔ ہم نے روٹیاں ختم کر دیں۔ پھر وہ روٹیاں لینے گئے تو سالن ختم کر دیا۔ اس پر حضرت اماں جی صاحبہ خود دروازے پر تشریف لائیں۔ اور ارشاد فرمایا۔ اے تم تینوں کہلاتے تو ہو حضرت، تمہارا بچپنا ابھی نہیں گیا۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ حاجی یعقوب صاحب ہمارے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت وہ جائیں یا اور کچھ بہر حال تمہارے تو بچے ہی رہیں گے۔ فرمانے لگیں تمہارے اس بچپنے سے میرا جی بہت خوش ہوا ہے۔

۱۰۔ ایک لطیفہ اس وقت یاد آیا، لیگ و کانگریس کے دور میں بھی تقسیم سے پہلے میرے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کانگریس کی حمایت میں جتنے بھی زوروں پر تھے سبھی کو آج بھی معلوم ہے۔ اس کے مقابل حضرت اقدس تھانویؒ کی مخالفت اور حضرت کے اتباع میں مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی پاکستان لیگ کی حمایت میں حضرت مدنیؒ سے کم نہ تھے۔ ممبروں پر، جلسوں میں، اشتہارات میں، ایک دوسرے کی تردید دونوں طرف سے جتنی شدت سے ہوتی تھی وہ ابھی تک سب کو ہی معلوم ہے اور مقدر سے دونوں اکابر میرے مہمان ہوا کرتے تھے۔ لیکن مولانا ظفر احمد تھانویؒ کی تشریف آوری ہوتی تھی۔ تو دو تین دن قیام ہوتا تھا۔ حضرت مدنیؒ کی تشریف آوری تو گھنٹوں اور منٹوں میں ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ اسی دور میں مولانا ظفر احمد صاحب زاد مجدہم و دام ظلہم تشریف فرما تھے کہ دو تین دن ابھی ہوئے تھے۔ میرے مہمان تھے، مدرسہ میں قیام تھا چنانچہ ہوا یہ کہ ایک لڑکے نے آکر اطلاع دی کہ حضرت مدنیؒ تشریف لائے ہیں اور میرے کچے گھر میں ہیں [illegible] پاؤں تلے

سے تو زمین نکل گئی۔ اب تک جب مجھے وہ خیال آجاتا ہے تو میری اس وقت کی پریشانی سے بیسیکہ بدن میں ایک جھرجھری سی آجاتی ہے۔ میں جلدی سے مدرسہ قدیم میں آیا۔ حضرت اقدسؒ کی آنے کی خبر حضرت مولانا ظفر احمدؒ کو دی کہ آپ ابھی تکلیف نہ فرمائیں۔ حضرت اقدسؒ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں پھر آپ کو کھانے پر بلاؤں گا۔ اللہ تعالےٰ مولانا ظفر احمد صاحبؒ کو بہت ہی جزائے خیر دے، فرمایا کیوں میری حاضری سے کیا نقصان ہے؟ میں ابھی آؤں گا۔ میں نے کہا اللہ کے واسطے آپ یہ کرم نہ فرمائیں۔ مگر جتنی میں نے خوشامد کی انہوں نے اتنا ہی اصرار فرمایا۔ اور فرمایا حضرت مدنیؒ میرے بڑے ہیں۔ وہ کچھ ارشاد فرمائیں گے تو میں جواب ہی نہیں دوں گا۔ ان سے مایوس ہو کر میں پھر حضرت مدنیؒ کے پاس حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کئی دنوں سے یہاں مہمان ہیں آپ کی تشریف بری کے بعد اُن کو بلاؤں گا۔ میں اُن سے کہہ آیا ہوں کہ آپ ابھی تشریف نہ لائیں۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا کیوں میں اُن سے کیا چھین لوں گا؟ یا وہ مجھ سے کیا چھین لیں گے۔ میری یہ گفتگو حضرتؒ سے ہو رہی تھی کہ مولانا ظفر احمد تشریف لے آئے حضرت مدنیؒ اُن کو دیکھ کر بڑی مسرت سے اُٹھے اور کھڑے ہو کر مصافحہ فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ اچھا یہ ابوالدیک صاحب بھی تشریف فرما ہیں۔ اس کی شرح یہ ہے کہ مولانا ظفر احمد صاحب کے ہاں جب مولوی احمد ابن مولانا ظفر احمد صاحب پیدا ہوئے تو اُن کی تاریخ ولادت مُرغ محمد تجویز ہوئی۔ اس واسطے حضرت مدنیؒ اُن کو ابوالدیک فرمایا کرتے تھے اور اکثر ملاقات پر اسی لفظ سے مخاطب فرماتے تھے اور مولانا ظفر احمد صاحب نے دست بوسی کی اور میں ڈرتا ہی رہا اور یارب سلّم یارب سلّم پڑھتا رہا۔ پھر دستر خوان بچھایا گیا۔ دونوں اکابرؒ نے آمنے سامنے بیٹھ کر کھانا کھایا طرفین سے اہل و عیال کی خیریت دریافت کی۔ تقریباً پونے گھنٹہ حضرت مدنیؒ تشریف فرما رہے۔ جب تشریف لے گئے میری جان میں جان آئی۔ کوئی سیاسی لفظ زبان پر نہ آیا۔ حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

۱۱۔ ایک مرتبہ کھتولی میں تبلیغی جلسہ تھا۔ حضرت مولانا الیاس صاحب کی ہم رکابی میں ہم کھتولی پہنچے۔ ریل سے اُتر کر معلوم ہوا کہ ہاتھی وغیرہ آئے ہیں اور اسٹیشن سے ہاتھیوں پر جلوس کی شکل میں جانا ہوگا۔ ہم نے یہ کہہ کر کہ یہ تبلیغی اصول کے خلاف ہے انکار کر دیا اور ایک یکّہ میں بیٹھ کر سیدھے جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ دورانِ جلسہ معلوم ہوا کہ کانگرس کا بھی جلسہ ہے اور حضرت مدنیؒ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اس کی مخالفت سے یہ تبلیغی جلسہ رکھا گیا ہے۔ حضرت مولانا الیاسؒ صاحب نے فوراً اپنی تقریر کو بند کر دیا۔ اور فرمایا چلو بھائی حضرت مدنیؒ تشریف لائے ہوئے ہیں چل کر اُن کی تقریر سُنیں گے اور اپنا جلسہ بند کر کے وہاں پہنچے جہاں کانگرس کا جلسہ ہو رہا تھا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ حضرت مدنیؒ تشریف لائے تھے جب اُن کو یہ علم ہوا کہ تبلیغی جلسہ ہے۔ حضرت مولانا الیاسؒ صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں تو اپنی تقریر کو ختم کر کے فرمایا۔ اُس تبلیغی جلسہ میں شرکت کریں یہ ہدایت فرما کر فوراً دیوبند کو روانہ ہو گئے۔ نہ یہاں جلسہ ہوا اور نہ وہاں۔ دونوں بزرگ چل بسے مگر آئندہ نسلوں کے لیے اپنے خلوص اور للّہیت کی مثال قائم کر گئے۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ص ۲۶)

۱۲۔ حضرت مولانا صاحبزادہ میاں اسعد مدظلّہ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا تو تدفین کے بعد کل اساتذہ و عائدین وغیرہ حضرتؒ کے پاس آستانے پر جمع تھے۔ حضرتؒ نے کچھ دیر تو قیام فرمایا پھر سیدھے دارالحدیث کا رُخ فرمایا۔ مجمع میں ہل چل مچ گئی۔ تمام حضرات نے عرض کیا، حضرتؒ درس ملتوی کر دیجئے صدمہ بالکل تازہ ہے جس سے دل و دماغ متاثر ہونا قدرتی امر ہے مگر حضرتؒ نے درس شروع کر دیا۔ صدر مہتمم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن صرف یہی جواب فرمایا تھا کہ ذکر اللہ سے بڑھ کر اطمینانِ قلب کس چیز میں حاصل ہوگا (شیخ الاسلام نمبر ص ۲۶)

۱۳۔ عملیات شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ قدس سرہٗ بچّہ کے حفظ کے لیے ایک روٹی پہ باوضو جمعرات کے دن سات جگہ نیچے لکھی ہوئی آیت کو اس طرح لکھا جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ

پھر ہر روز نہار مُنہ اُس کو ایک ٹکڑا کھلا دیا جائے۔ یہ عمل سات جمعرات تک رہے۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ص ۱۰۱)

۱۴۔ سورۃ لقمان ایک سو انیس مرتبہ پڑھا کریں۔ انشاء اللہ



عبرتناک واقعات

محمد عارف راولپنڈی

دُنیا میں جس طرح نعمتوں کی کوئی انتہا نہیں۔ اسی طرح مصائب کی کبھی انتہا نہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رح دیوبندی نے اپنی تصنیف "کشکول" میں علامہ ابن جوزی رح کی کتاب "المدہش" سے مصائب و حوادث کے چند واقعات نقل کیے ہیں جو دُنیا میں مختلف ادوار میں پیش آچکے ہیں۔

سنہ ھ حضرت فاروق اعظم رض کے عہد میں بارش کا ایسا قحط پڑا کہ ہوا میں بجائے غُبار اڑنے کے راکھ اڑتی نظر آتی تھی۔ اسی لیے اس سال کا نام عام الرمادہ ہو گیا۔ وحشی جانور بھوک پیاس سے عاجز ہو کر انسان کے پاس آجاتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رض نے یہ عہد کر لیا تھا کہ گھی دودھ اس وقت تک نہ کھاؤں گا۔ جب تک قحط رفع نہ ہو، اور عام مسلمان یہ چیزیں نہ کھانے لگیں۔ سنہ ۶۴ھ میں بصرہ کے اندر شدید طاعون آیا کہ امیر بلدہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو اس کا جنازہ اٹھانے کے لیے چار آدمی نہ ملے۔ سنہ ۹۶ھ میں طاعون جارف کا واقع پیش آیا۔ جس میں تین دن کے اندر ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔ اسی طاعون میں حضرت انس رض کے اسی لڑکے مبتلا ہو کر انتقال کر گئے (حضرت انس رض کی اولاد سو سے کچھ زائد تھی)۔ اس واقعہ میں مرنے والوں کو قبرستان تک لے جانا اور قبر میں دفن کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اس لیے جب سارے گھر والے مر جاتے تو سب کو ایک مکان میں بند کر کے ان کا دروازہ اینٹ گارے سے بند کر دیا جاتا تھا۔

سنہ ۱۳۱ھ میں طاعون آیا تو پہلے دن میں ستر ہزار، دوسرے دن ان سے کچھ زائد ہلاک ہوئے اور تیسرے دن سب ٹھنڈے ہو گئے۔ سنہ ۳۳۴ھ میں ایسا قحط پڑا کہ لوگ اپنے بچوں کو ذبح کر کے کھانے لگے اور مُردار جانور کھائے جانے لگے اور چند روٹیوں کے بدلے بڑی بڑی جائدادیں فروخت کر دی گئیں۔ معزالدولہ امیرِ وقت کے لیے بیس ہزار روپے میں ایک کُر، گیہوں خریدے گئے۔ (ایک کُر ہمارے وزن سے تقریباً اسی من ہوتا ہے) جس کے حساب سے دو سو (۲۰۰) روپیہ کا ایک من اور پانچ روپے کا ایک سیر ہوتا ہے۔

سنہ ۴۴۸ھ میں قحط اس قدر شدید ہوا کہ پانچ سیر غلہ سات گنی میں اور ایک انار ایک گنی میں ملتا تھا۔ ایک ککڑی ایک گنی میں فروخت ہوتی تھی اور مصر سے خبر پہنچی کہ تین چوروں نے ایک گھر میں نقب لگایا۔ صبح کے وقت تینوں مرے ہوئے پائے گئے۔ ایک دروازہ پر، دوسرا سیڑھی پر، تیسرا کپڑوں کی بندھی ہوئی گٹھڑی پر۔

سنہ ۴۶۲ھ میں اس قدر شدید قحط اور وبا پڑی کہ آدمی آدمی کو کھانے لگے اور بادام اور شکر روپیہ کی روپیہ بھر آنے لگی۔ اس قحط میں وزیر ایک روز اپنے گھوڑے سے ایک جگہ اُترے تو تین آدمیوں نے دوڑ کر گھوڑے کو ذبح کیا اور کچا گوشت کھانے لگے۔ اس پر وزیر نے ان تینوں کو سولی پر چڑھا دیا۔ صبح کو دیکھا گیا کہ ان تینوں کی صرف ہڈیاں باقی رہ گئی ہیں۔ گوشت کو دوسرے بھوکے کھا گئے۔ نعوذ باللہ من الآفات والحوادث۔

زلزلے

حضرت عمر فاروق رض کے عہد میں سنہ ۲۰ھ میں زلزلہ آیا۔ پھر سنہ ۹۴ھ میں چالیس روز تک زلزلہ جاری رہا۔

اور بڑے مکانات گر گئے اور شہر انطاکیہ بالکل منہدم ہو گیا اور ۲۳۳ھ میں شہر غوطہ زلزلہ سے زیر و زبر ہو گیا اور سارے شہر میں سوا ایک آدمی کے کوئی نہ بچا۔ اس کے قریب قریب انطاکیہ میں زلزلہ آیا تو بیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے۔ اور ۲۳۴ھ میں بغداد، کوفہ، بصرہ، واسط و عبدان میں ایک ایسی تیز ہوا چلی کہ جس نے کھیتیاں جلا دیں۔ بازار بند ہو گئے۔ باون روز تک یہی ہوا چلتی رہی۔

۲۳۸ھ میں طاہر بن عبداللہ نے خلیفہ وقت امیرالمومنین متوکل باللہ کے دربار میں ایک پتھر بھیجا جو طبرستان کے اطراف میں آسمان سے گرا تھا جس کا وزن آٹھ سو چالیس درہم کے برابر تھا۔ اس کے گرنے کا دھماکہ بارہ بارہ میل تک سنا گیا اور پانچ ہاتھ زمین میں گھستا چلا گیا۔ ۲۴۰ھ میں ایک ہوا بلاد ترک سے نکلی جو "مرو" میں پہنچی تو ایک بڑی آبادی زکام میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئی۔ اور بلاد مغرب سے خطوط آئے کہ قنبروان کی بستیوں میں سے تیرہ بستیاں زمین میں دھنس گئی ہیں اور سوا دو آدمیوں کے کوئی نہیں بچا اور یہ بچنے والے بھی بالکل سیاہ رنگ کے ہو گئے تھے۔ جب شہر قنبروان میں آئے تو لوگوں نے ان کو نکالا کہ تم عذاب الٰہی میں گرفتار ہو۔ حاکم بلد نے ان کے لیے شہر کے باہر مکان بنوا دیا اور ۲۴۱ھ میں دامغان میں زلزلہ آیا۔ ۲۵ ہزار آدمی ہلاک ہو گئے اور یمن میں ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کی جگہ چلا گیا۔ اور حلب میں ایک جانور کوے سے بڑا گدھ سے چھوٹا ایک درخت پر آکر ٹھہرا اور چالیس مرتبہ یہ آواز دی (اتقوا اللہ، اللہ، اللہ) یعنی اللہ سے ڈرو، اللہ اللہ، چالیس آوازیں دے کر اڑ گیا۔ حاکم بلدہ کے پاس پانچ سو آدمیوں نے اس کی آواز سننے کی گواہی دی۔

۲۴۵ھ میں انطاکیہ میں زلزلہ آیا جس سے ڈیڑھ ہزار مکانات منہدم ہو گئے اور اہل انطاکیہ گھروں، روشندانوں اور دریچوں سے نہایت خوفناک آوازیں سنتے تھے اور تینس میں نہایت خوفناک آوازیں سنی گئیں جو بہت عرصہ تک باقی رہیں جس سے بڑی مخلوق ہلاک ہو گئی۔ ۲۴۵ھ میں ایک بستی پر سیاہ و سفید پتھروں کی بارش ہوئی۔

۲۸۰ھ میں مقام دبیل میں زلزلہ آیا (دبیل موصل کے قریب ایک شہر ہے) صبح کو دیکھا گیا تو شہر کا اکثر حصہ خاک کا ڈھیر ہو چکا تھا۔ گری ہوئی عمارتوں کے نیچے سے ایک لاکھ پچاس آدمی مردہ نکالے گئے۔ ۳۱۹ھ میں حجاج کا ایک قافلہ راستہ گم کر کے کسی طرف جا نکلا، وہاں جنگل میں بہت سے آدمی پتھر بنے ہوئے دیکھے اور ایک عورت پتھر کے تنور پر کھڑی دیکھی اور تنور میں جو روٹی تھی وہ بھی پتھر ہو گئی تھی۔ استغفراللہ۔

آج بھی وہی خدا ہے اور اسی طرح مکمل صفات کا مالک ہے اور وہی نظام۔ مگر مذکورہ بالا واقعات باعث عبرت ہیں بصیرت والوں کے لیے۔ ہر برائی پورے عروج پر ہے۔ نامعلوم کس وجہ سے ابھی اللہ تعالیٰ ڈھیل دے رہے ہیں۔ نہ ہم اقوام ماضی سے زیادہ قوی الجسم ہیں نہ ذہین، نہ حسین و جمیل، افسوس ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو خواہشات نفسانیہ و شہوانیہ کی آگ میں جھونک دیا ہے اور بجائے نفس کو غلام بنانے کے خود نفس کے غلام بن کر رہ گئے ہیں۔ خدانخواستہ ہم نے اپنے گریبانوں میں نہ جھانکا۔ اللہ سبحانہ و تقدس کے فرمان مقدس کے مطابق نہ چلے اور گنبد خضرا کے مکین صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر نہ چلے اسی نافرمانی پر تلے رہے تو بعید نہیں کہ ہم بھی سابقہ قوموں کی طرح غضب الٰہی کا نشانہ بن جائیں اور ہمارا نام و نشان تک اس صفحہ ہستی سے مٹ جائے اور مغضوبین کی جماعت میں شامل ہو جائیں۔ اللہ پاک غیروں کے طریقوں سے نجات عطا فرما کر اپنی رضا والی زندگی نصیب فرمائیں۔ آمین!

بقیہ: مولانا حسین احمد مدنی

گم شدہ چیز یا شخص واپس آ جائیں گے۔

۱۵۔ اَمْسَیْتُ فِیْ اِمَانِ اللّٰہِ وَاَصْبَحْتُ فِیْ جِوَارِ اللّٰہِ سوا لاکھ مرتبہ پڑھیں گم شدہ چیز یا شخص واپس ہو جائیگا۔

۱۶۔ عمل برائے حل مشکلات و امور مہمہ۔ یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ۔ اس عبارت کو قضائے حاجت مہمہ کے لیے روزانہ بارہ سو مرتبہ پڑھیں۔ اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ اگر مریض کی شفا کے لیے پڑھنا ہو تو بالخیر کی جگہ بالشفاء پڑھیں۔ مثلاً یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالشِّفَاءِ یَا بَدِیْعُ اور اگر دشمن کا مقہور ہونا مقصود ہے تو بالخیر کی جگہ بالقہر پڑھیں۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر)



علم و دانش کی باتیں

حافظ عبدالباسط جلالیہ۔ ضلع کیمبلپور

جس طرح انسان مال کے ذریعہ دُنیا کا عیش و عشرت حاصل کر سکتا ہے تو ایسے ہی علم کے ذریعہ خُدا کے تقرب کو حاصل کر سکتا ہے۔ علم ہی کی بدولت بعض کے بعض پر درجات بلند ہوتے ہیں۔ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ تو کہہ کوئی برابر ہوتے ہیں سمجھ والے اور بے سمجھ۔ علم کی وجہ سے انسانی نفس کو موت کی حالت سے زندگی اور غفلت کی نیند سے بیداری حاصل ہو جاتی ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:- افمن کان میتا فاحیینہ وجعلنا لہ نوراً یمشی۔ بھلا ایک شخص جو مُردہ تھا۔ پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے دی اس کو روشنی کہ لیے پھرتا ہے اس کو لوگوں میں برابر ہو سکتا اس کے کہ جس کا حال یہ ہے کہ پڑا ہے اندھیروں میں اور علم ہی وہ دولت ہے جو انسان کو آسمانی بادشاہت کی سیر کراتا ہے

علم و جہالت

حکماء کا قول ہے انسان جب تک علم کی طلب میں رہتا ہے تو وہ عالم ہوتا ہے اور جب وہ یہ خیال کر لیتا ہے کہ میں عالم ہوں تو یہ اس کی جہالت ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی نصیحت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے بنی اسرائیل خنزیر کے سامنے موتی نہ پھینکو کیونکہ وہ اس کے کسی کام کے نہیں اور علم و حکمت کی بات اس شخص کے سامنے بیان نہ کرو جو اس کا طلب گار نہیں کیونکہ حکمت کے جواہر پارے موتیوں سے بہتر ہیں اور حکمت کو نہ طلب کرنے والا انسان خنزیر سے بھی بدتر ہے۔

(عیون الاخبار ص۹)

عالم کا وجود نعمتِ خداوندی ہے

دُنیا میں عالم کا وجود ہدایت کی روشنی کی مانند ہے جس سے افادہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جب عالم کی وفات ہو جاتی ہے، تو اہلِ دُنیا روشنی سے محروم ہو جاتے ہیں اور حق کی زبان خاموش ہو جاتی اور وہ ہاتھ ساکن ہو جاتا ہے جو الحادی مضامین کو رد کرنے کے واسطے صفحہ قرطاس پر حرکت کرتا تھا، اور انسان راہنما کے بغیر اوہام و خیالات کی دُنیا میں حیران و پریشان رہ جاتے ہیں اور شرک و بدعت و الحاد کفر کی تاریکیاں انہیں گھیر لیتی ہیں اور جب حق کہنے والے علمائے ربانیین دُنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو جاہلوں کو پیشوا بنا لیا جاتا ہے جو خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی ہدایت کے نور سے محروم کر دیتے ہیں۔ اس لیے علماء کے وجود کو نعمتِ خداوندی سمجھ کر عوام کو چاہیے کہ وہ ان سے زیادہ سے زیادہ دینی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں اور علماء کے مقدس گروہ پر لازم ہے کہ وہ علم الٰہی کی امانت کو اپنی چند روزہ زندگی میں زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کریں۔

(الادب النبوی)

بصرہ کا عبرت انگیز واقعہ

بصرہ جو علم نحو کا ایک زمانہ میں مرکز تھا اور اس علم میں سرداری کی اس پر انتہا ہوتی تھی۔ اس شہر کا محیر العقول واقعہ ابن بطوطہ نے تحریر کیا ہے کہ میں (ابن بطوطہ) ایک مرتبہ مسجد امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب میں حاضر ہوا۔ یہ مسجد بصرہ کی خوبصورت ترین اور تاریخی ہے اور اس میں وہ مصحف قرآنی بھی ہے جس سے بوقت شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تلاوت فرما رہے تھے

اور آپ کے نحو کی چھینٹیں اس پر پڑی تھیں۔ ابن بطوطہ کی حاضری کا دن جمعہ کا تھا تو وہ کہتے ہیں کہ خطیب صاحب نے دوران خطبہ انتہائی جلی و واضح نحوی غلطی کی تو میں نے اس کا تذکرہ قاضی حجت الدین کے سامنے کیا تو انہوں نے کہا کہ اس شہر میں اب علم نحو کے ساتھ معمولی مناسبت رکھنے والا بھی کوئی شخص موجود نہیں۔ ہر قسم کی خوبیاں اس خدائے واحد کے لیے ثابت ہیں جس کے قبضۂ قدرت میں حالات زمانہ و قلوب کا تغیر و تبدل ہے۔

آخری زمانہ میں علم کی عمومیت

محمد الزاہر ہر کی روایت ہے کہ بعض کتب (الہی) میں لکھا ہوا ہے کہ میں آخری زمانہ میں علم کو اس قدر عام کر دوں گا کہ مرد و عورت چھوٹے بڑے آزاد و غلام سب تعلیم حاصل کر لیں گے اور جب میں ایسا کروں گا تو پھر انہیں اپنے حق (کی عدم ادائیگی) کی وجہ سے گرفتار کروں گا۔ (حلیۃ الاولیاء)

وضع احادیث کی ابتدا کب ہوئی

احادیث وضع کرنے کی ابتدا تا مسعود ۳۰ھ کے بعد ہوئی۔ جب کہ حضرت علیؓ و حضرت معاویہؓ کے درمیان سلسلہ حرب و پیکار جاری تھا اور بے انتہا خونریزی بھی ہو چکی تھی (ماخوذ کتاب اسلام میں سنت و حدیث کا مقام صفحہ ۱۵۹ (مترجم مولانا احمد حسن ٹونکی)

سب سے پہلے فضائل کی احادیث گھڑی گئیں

سب سے پہلے اشخاص و افراد کے مناقب و فضائل کے بارے میں احادیث وضع کرنے کی ابتدا ہوئی اور اس سلسلہ میں ہر فرقہ نے اپنے اماموں پیشواؤں اور مقتداؤں کے بارے میں بکثرت احادیث گھڑیں۔

کہا جاتا ہے کہ شیعوں کے مختلف گروہوں کو ناقابل معافی جرم کے ارتکاب و آغاز کی بدبختی و شقاوت حاصل ہوئی۔ چنانچہ شرح نہج البلاغہ میں ابن الحدید (شیعہ مجتہد) نے اس کا اعتراف کیا ہے اور کہا یاد رکھو فضائل کی روایتوں میں اصل جھوٹ شیعوں کی جانب سے ہوا ہے۔

(شرح نہج البلاغہ صفحہ ۱۳۵ ج ۱)

بحوالہ کتاب اسلام میں سنت اور حدیث کا مقام صفحہ ۱۶۱ (بلفظہ)

نوادرات علمی

مطرف نے کہا لوگوں کی عقل بقدر اپنے زمانہ کے ہوتی ہیں۔
ایک بزرگ نے کہا شیطان نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اسے کوئی ضرر نہیں پہنچایا اور میں نے اس کی اطاعت کی مگر اسے کوئی نفع نہیں پہنچایا۔

(مفید العلوم ومبید الھموم)

امام شافعیؒ نے فرمایا جس شخص کے گھر میں آٹا نہ ہو اس سے مشورہ طلب نہ کرو کیونکہ اس کی عقل زائل ہو چکی ہے اور فرمایا اگر تمام دنیا مجھے مل جائے تو ایک روٹی کے عوض بیچ دوں کیونکہ میں اس کے عیبوں سے واقف ہوں۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا جو شخص علماء کی تعظیم و توقیر اور بڑوں کا ادب و احترام نہ کرے تو تم اسے ملامت نہ کرو بلکہ اس کی ماں کو کرو کہ کیوں اس نے اس کی اچھی تربیت نہ کی اور فرمایا عاقل کے لیے ضروری ہے کہ وہ تین انسانوں کی توہین نہ کرے۔ ایک عالم، دوسرا بادشاہ، تیسرے بھائیوں کی، علماء کی توہین سے اس کی آخرت خراب ہو گی اور بادشاہ کی توہین کرنے کی وجہ سے دنیا اور بھائیوں کی توہین کرنے سے مروت زائل ہو گی۔ (مفید العلوم ومبید الھموم)

امام مالکؒ نے فرمایا۔ علماء کی محبت ایمان کی نشانی ہے۔ اور فرمایا جو شخص عالم یا فقیہ سے کہے تو کون ہے اور تیرا کیا مرتبہ ہے تو اس نے دین و شریعت کی توہین کی۔

سری السقطیؒ نے فرمایا پانچ چیزیں نفس کے جوہر سے ہیں۔ ۱۔ فقیر جو مالداری کو ظاہر کرے (۲) بھوکا جو پیٹ کے پر ہونے کا اظہار کرے (۳) مغموم و پریشان جو فرحت و انبساط کو آشکارا کرے۔ (۴) جس کی کسی شخص کے ساتھ دشمنی و عداوت ہو مگر باوجود اس کے محبت و پیار سے اس سے پیش آئے۔ (۵) جو آدمی دن کو روزہ سے رہے اور رات کو عبادت و قیام میں بسر کرنے کے باوجود ضعف و ناتوانی کو ظاہر نہ کرے۔

سری سقطیؒ نے فرمایا۔ ندامت کی چار قسمیں ہیں۔ ایک دن، دوسرا سال، تیسرے عمر اور چوتھے ہمیشہ کی۔

دن کی یہ ہے کہ انسان گھر سے کھائے پئے بغیر نکل جائے اور سال کی اس طرح سے ہے کہ کسان کھیتی باڑی کو چھوڑ دے اور عمر کی یوں ہے کہ عورت غیر موافق سے شادی ہو جائے اور ہمیشہ کی یہ ہے کہ انسان خدا کے امر و نواہی و احکامات پر عمل کرنا چھوڑ

کسی حکیم نے کہا انسان تین چیزوں سے سیراب نہیں ہوتا ۱۔ حیات و زندگی (۲) عافیت، راحت، امن و امان (۳) مال و دولت۔ اور فرمایا انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی جان کو چار قسم کی ہلاکتوں، خارتوں و بربادیوں سے بچائے۔ ملک الموت کی غارت سے جو روح پر ہونے والی ہے اور وارثوں کی جو ملکیت پر ہوگی۔ اور قبر میں کیڑوں کی غارت سے اور دشمنوں کی جو (قیامت میں) نیکیوں پر رونما ہوگی)۔ کتاب مفید العلوم و مبید الهموم)

لوگ بادشاہوں کے دین پر

لوگ بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ اسی سلسلے میں ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ ولید بن عبد الملک بن مروان کو عمارات کے بنانے کا شوق تھا اور اس کے زمانہ میں لوگوں کی بھی یہی حالت تھی کہ وہ محلات اور بلڈنگوں ہی کی تعمیر میں اپنی ہمتیں صرف کرتے تھے۔ جب خلافت اس کے بھائی سلیمان بن عبد الملک کو ملی تو وہ کثرت اکل اور مختلف انواع و اقسام کے کھانوں میں ہی منہمک رہتا تھا، چنانچہ اس کی رعیت کا بھی یہی حال تھا کہ وہ متنوع قسم کے کھانوں اور لذیذ ترین اشیا کے کھانے پکانے میں مشغول رہتی۔ پھر جب خلافت حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو ملی آپ نے اپنی کوشش اقامت دین عدل و انصاف عبادات میں صرف کی تو لوگوں کی حالت میں بھی انقلاب رونما ہو گیا اور وہ بھی عبادات اور کثرت خیرات و برات میں مشغول رہنے لگے۔ خلاصہ یہ کہ خلیفہ کے ساتھ امت کی صلاح و فساد کا مدار ہے اگر خلیفہ عادل و صالح پاک نفس ہو تو رعایا کی بھی یہی حالت ہوتی ہے اور بادشاہ کے ظالم و جابر و فاسق و فاجر ہونے کی صورت میں رعیت بھی اس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتی ہے۔

(الیواقیت العصریہ صفحہ ۳۴)

حکمت و قدرت خداوندی

خداوند تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی کرشمہ سازیاں دیکھیے کہ بعض خاندانوں کے ابتدائی و آخری بادشاہ ایک ہی نام کے ہوئے اور اس میں بھی حکمت و قدرت خدا کارفرما ہے کیونکہ عالم کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جو حکمت و قدرت خداوندی پر مشتمل نہ ہو۔

امیہ میں سے پہلے خلیفہ حضرت معاویہؓ ہیں اور آخری معاویہ بن یزید۔ خاندان بنی الحکم کا پہلا خلیفہ مروان بن حکم ہے اور آخری مروان محمد، اور اس کے ساتھ ہی دولت بنی امیہ کا خاتمہ ہو گیا۔

خاندان عباسی کا پہلا خلیفہ عبد اللہ السفاح ہے، جس کی بیعت خلافت ۱۳۲ھ میں ہوئی اور آخری عبد اللہ المستعصم ہوا۔

ملوک احمر کا پہلا بادشاہ محمد یوسف اور آخری محمد بن سعد۔

بنی مرین کا پہلا بادشاہ عبد الحق ہے اور عبد الحق نامی ہی آخری خلیفہ ہوا۔

(الیواقیت العصریہ صفحہ ۳۵)

بقیہ: افادات محمود

منطقیین کی شکل اول قائم نہیں کی جاتی یعنی شکل اول قائم نہیں کی جاتی۔ یعنی شکل اول جس میں کہ حد اوسط محمول فی الصغریٰ و موضوع فی الکبریٰ ہو نیز یہ دو قضیے اس طریق سے ہوں کہ شرط انتاج شکل اول ایجاب الصغریٰ و کلیۃ الکبریٰ بھی موجود ہو۔ ایسا نہیں ہوتا۔

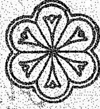
لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں الزام الخصم بدلیل البرہانی نہیں ہے بلکہ بدلیل الخطابی ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص قرآن کریم کے ان مقدمات کا استنباط بصورت اشکال مناطقہ کرکے منطبق کرے۔ پھر ان بنیادوں پر ایسے قضیے بنائے جو منطقیین کے اصول کے موافق ہوں تو یہ ہو سکتا ہے لیکن قرآن کریم کا خطاب پوری انسانیت کے ساتھ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث الی الاحمر والاسود والی الانس والی الجن تھے۔



محمد سعید اسعد ملتان

چند پند سُودمند



فقیری میں بادشاہی

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں حج پر گیا، وہاں مجھے کسی نے بتایا کہ یمن میں ایک شخص ہے جو خدا کے خوف اور عبادت میں اپنی مثال کوئی نہیں رکھتا۔ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے اس کی ملاقات کا شوق غالب آیا، حج کے بعد دوستوں کے ہمراہ یمن کا ارادہ کیا تاکہ ہم اس بزرگ کی صحبت سے فائدہ حاصل کریں، ہمارے قافلہ کے ہمراہ ایک بزرگ سیرت نوجوان بھی تھا جس کے چہرے سے خوفِ الٰہی کے انوار چمک رہے تھے اس کا رنگ فاقوں کی وجہ سے زرد تھا۔ اس کی مغموم طبع سے یوں معلوم ہوتا تھا گویا وہ کسی سخت مصیبت کا شکار ہے۔ ہم نے اس سے کہا کہ تم اپنی جان پر رحم کرو اور تم اتنا غم نہ کھاؤ، لیکن وہ ہماری کسی بات پر کان نہ دھرتا تھا یہاں تک کہ ہم پہنچ گئے، بزرگ کو دیکھا وہ نہایت عاجز اور مسکین مزاج تھا، اس نوجوان نے ہم سب سے پہلے اٹھ کر اس بزرگ کو سلام کیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلوں کی بیماری کا طبیب بنایا ہے اور گناہوں کے درد آپ کے علاج سے ٹھیک ہو جاتے ہیں اللہ کے لیے میرا علاج کیجئے، میرا ایک زخم ناسور بن چکا ہے اس کی درد ٹھہر چکی ہے، لاعلاج مریض ہوں۔ شیخ نے جواباً کہا اے نوجوان! جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو، جوان نے عرض کیا، "فرمائیے اللہ تعالیٰ کے خوف کی کیا علامت ہے؟" شیخ نے فرمایا کہ بندے میں جب خدا کا خوف آجاتا ہے تو وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا اور مخلوق سے نڈر ہو جاتا ہے۔

یہ سُنکر نوجوان کانپتے کانپتے بے ہوش ہو گیا تھوڑی دیر بعد ہوش آیا تو بولا، اے شیخ فرمائیے، "بندے کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا یقین کب ہوتا ہے؟" فرمایا بندے کو اپنے اندر خدا کے خوف کا یقین اس وقت کرنا چاہیئے جب وہ دنیاوی حرصوں سے اس طرح پرہیز کرنے لگے جس طرح بیمار کھانا کھانے سے پرہیز کرتا ہے، یہ جواب سُن کر جوان نے زبردست چیخ ماری، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی جان ہوا ہو جائے گی، پھر سنبھل کر بولا، اے شیخ فرمائیے، "خدا کی محبت کی کیا علامت ہے؟" شیخ نے فرمایا، جب بندہ جزا اور انعام کا شوق چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر کرتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا حبیب شمار ہونے لگتا ہے، شیخ کے یہ الفاظ سُن کر نوجوان زور زور سے چلایا حتیٰ کہ اس کی جان نکل گئی۔ شیخ روتے روتے اٹھے اور اس نوجوان کا بوسہ لے کر کہا یہ خدا کا سچا دوست تھا جو ہم سے جدا ہو گیا اس کی روح اللہ تعالیٰ کی عاشق تھی، جو خدا کی مزید جدائی برداشت نہ کر سکی۔

خوفِ خدا اور دنیا سے بے رغبتی

عبداللہ بن عیسیٰ فرماتے ہیں میں ایک روز رابعہ عدویہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان کے چہرہ پر ایک خاص نورانی کیفیت محسوس کی، خوف سے ان کی آنکھیں نم تھیں۔ ایک شخص نے ان کے سامنے قرآن مجید کی ایک ایسی آیت پڑھی جس میں عذابِ آخرت کا تذکرہ تھا۔ یہ سُنتے ہی ان کی چیخ نکل گئی اور بیہوش ہو گئیں، میں جب دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ ایک بوسیدہ بوریا پر بیٹھی تھیں۔ ایک دوسرے شخص نے ان سے کسی ایسے موضوع پر بات کی جس کو میں نہ سمجھ سکا، لیکن میرے کان بوریئے پر آنسو گرنے کی آواز برابر سنتے رہے، مسمع بن عاصم کی روایت ہے کہ ایک شخص نے ان کی خدمت میں چالیس دینار پیش کیے اور یہ کہا کہ آپ اس سے اپنی ضروریات پوری فرمائیے۔ یہ سُنتے ہی وہ رونے لگیں اور آسمان کیطرف سر اٹھا کر فرمایا، وہ خوب جانتا ہے کہ میں دنیا مانگتے ہوئے اس سے بھی شرماتی ہوں۔ حالانکہ سب چیزیں اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ پھر کیسے ایک شخص

سے کچھ بھی لوں جسکی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ (صفوۃ الصفوۃ)

خلیفہ کا گھر ویران اور رعایا کا گھر آباد

عراق کی ایک عورت حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے پاس آئی آپ کے دروازے پر پہنچی تو کہنے لگی، امیرالمؤمنین کے دروازہ پر دربان نہیں ہوتا؟ اسے بتایا گیا کہ یہاں کوئی دربان نہیں، اندر جانا چاہتی ہو تو جا سکتی ہو۔ یہ عورت حضرت عمرؓ کی بیوی کے پاس گئیں۔ فاطمہ گھر میں روئی ٹھیک کر رہی تھیں۔ سلام دعا کے بعد بیٹھنے کو کہا۔ اس نے بیٹھ کر ادھر ادھر دیکھا، گھر میں کوئی خاص چیز نظر نہ آئی تو بولی، میں تو اس ویران گھر سے اپنا گھر آباد کرنے آئی تھی؟ فاطمہ نے کہا: تیرے جیسے گھروں کی آبادی نے تو اس گھر کو اجاڑا ہے۔ اتنے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ گھر تشریف لائے اور گھر کے کنوئیں سے پانی کا ڈول نکال نکال کر مٹی پر جو گھر میں پڑی تھی ڈالنے لگے اور آپ کی نظر بار بار فاطمہ پر پڑ رہی تھی۔ اجنبی عورت نے فاطمہ سے کہا! اس مٹی بنانے والے مزدور سے پردہ تو کر لو۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ یہ تمہاری طرف ہی گھور رہا ہے، فاطمہ نے کہا۔ یہ مزدور نہیں، امیرالمومنین ہیں،

حضرت عمرؓ اس کام سے فارغ ہو کر فاطمہ کی طرف آئے سلام کیا۔ گھر میں اپنی جائے نماز کی طرف گئے، نماز پڑھی، پھر فاطمہ سے اس کا حال دریافت کیا، اس نے بتایا یہ فلاں عورت ہے، آپ نے توشہ دان اٹھایا۔ اس میں کچھ انگور تھے چن چن کر اس خاتون کو دیئے، پھر دریافت فرمایا: تم کس ضرورت سے آئیں؟ اس نے بتایا کہ وہ عراق سے آئی ہے۔ اس کی پانچ بے کس و بے سہارا لڑکیاں ہیں، اور وہ آپ سے حسن شفقت کی تلاش میں آئی ہے۔ آپ "بے کس و بے سہارا" کا لفظ دہرا دہرا کر رونے لگے پھر آپ نے کاغذ قلم لیا اور والیٔ عراق کے نام خط لکھنا شروع کیا، عورت سے فرمایا: ان بڑی لڑکی کا نام بتاؤ، اس نے نام بتایا تو آپ نے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ عورت نے کہا الحمد للہ، پھر دوسری تیسری اور چوتھی کا نام دریافت فرماتے اور ایک ایک کا وظیفہ مقرر فرماتے جاتے اور عورت ہر ایک وظیفہ پر الحمد للہ کہتی جاتی، جب چوتھی لڑکی کا وظیفہ ہوا تو عورت خوشی سے بے قرار ہوگئی، آپؒ کو دعائیں دیں اور جزاک اللہ کہا، اس پر آپؒ نے ہاتھ روک لیا اور فرمایا جب تک تو مستحق اللہ تعالیٰ کا شکر کرتی رہی ہم وظیفہ لگاتے رہے مگر اب تو نے جو میرا شکریہ ادا کیا تو اس کے بعد کا وظیفہ نفسانیت پر مبنی ہوگا۔ پس ان چاروں لڑکیوں کو کہنا کہ اس میں سے پانچویں کو بھی دیدیا کریں۔ عورت یہ تحریر لے کر عراق گئی اور خط والیٔ عراق کے سامنے پیش کیا، اس نے خط پڑھا تو روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی، کچھ سنبھلا تو بولا اللہ تعالیٰ اس صاحبِ خط پر رحم فرمائے، عورت بولی کیا ہوا، کیا ان کا انتقال ہوگیا؟ کہا جی ہاں، یہ سن کر عورت چیخنے اور واویلا کرنے لگی، اور واپسی کا ارادہ کیا، والیٔ عراق نے کہا، ٹھہرو۔ فکر کی بات نہیں، میں کسی بھی معاملہ میں ان کی بات کو رد نہیں کر سکتا۔ پھر اس کی تعمیل کی اور اس کی لڑکیوں کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

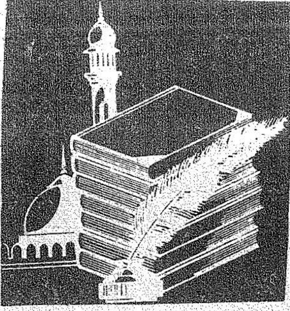
(منقول سیرۃ عمر بن عبدالعزیز امام محمد ابو عبداللہ)

پورے صوبے میں ایک بھی صدقہ لینے پر آمادہ نہیں

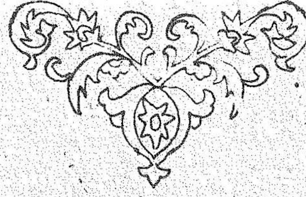
یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مجھے افریقہ کے صدقات کی تحصیل کے لیے بھیجا۔ میں نے صدقات وصول کر کے فقراء کی تلاش شروع کی جن پر وہ صدقات خرچ کیے جا سکیں۔ مگر ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جو ان صدقات کے لینے پر آمادہ ہو، حضرت عمرؒ نے تمام لوگوں کو غنی کر دیا تھا۔ میں نے اس رقم سے غلام خرید کر انہیں آزاد کر دیا اور ان کی ولاء عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دی۔

بقیہ فقر کیا ہے؟

دشمنانِ دین کی وجہ سے وہ ملک ملک روزی کمانے کے لیے نہیں جا سکتے وہ قابلِ امداد ہیں۔



تبصرہ



تفسیرِ حقانی

کتب خانہ ———— وقت کی ناگزیر ضرورت!

قرآن مجید اللہ تعالےٰ کی نازل کردہ آخری کتاب ہے جو اس نے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔

اس کتاب کو جو ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہے خدا نے باعثِ ہدایت فرمایا۔ کہیں انسانوں کے لیے باعثِ شفا قرار دیا کہیں اسے "فرقان" کے نام سے یاد کیا تو کہیں "نور" قرار دیا۔

جناب نبی کریم علیہ السلام نے قوموں کی عزت و سربلندی کا راز اس کتاب مقدس کی تعلیمات کو اپنانے میں مضمر بتایا اور اسی کتاب سے روگردانی کو قوموں کے زوال کا باعث قرار دیا۔

حتیٰ کہ پروردگارِ عالم نے معاشی تنگدستی و پریشان حالی کا ذریعہ قرآن سے بُعد و دُوری کو ہی بتلایا۔ اور دنیا میں اور اُخروی اندھے پن کی بنیاد بھی یہی بتلائی یعنی کتابِ مقدس سے دُوری۔

کتاب کی اس جامعیت، ہمہ گیری اور انسانی زندگی کے عروج و ترقی میں قرآن کا جو عمل دخل ہے اس کے پیشِ نظر ہر دور میں اہل علم و دانش نے اس کی خدمت میں اپنی صلاحیتوں کو صرف کیا۔ مختلف زبانوں میں تراجم لکھے، تفاسیر لکھیں۔ آج روئے زمین کی شاید ہی کوئی زبان ہو جس میں قرآن اور قرآنی علوم پر کام نہ کیا گیا ہو۔ لیکن یہ کتاب ہے کہ اس کے عجائبات اور اس سے متعلق نئے نئے نکات سامنے آتے ہیں اور یہ سلسلہ تا دم آخر قائم رہے گا کہ اللہ کے نبیؐ کا یہی ارشاد ہے۔

اردو زبان جو برصغیر کے علاوہ دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی بکثرت بولی اور سمجھی جاتی ہے اس لحاظ سے بہت خوش قسمت ہے کہ خدا کی کتاب کے متعلق اس میں بھی بے پناہ اور انتہائی قیمتی لٹریچر موجود ہے۔

حکیم الامت حضرت الامام شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے دو صاحبزادوں شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین رحمہما اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے اردو تراجم کیے۔ اول الذکر نے با محاورہ اور ثانی الذکر نے لفظی۔ شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا با محاورہ ترجمہ آئندہ تمام تراجم کی بنیاد بنا اور اس کے متعلق بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

> "قرآن کے اردو زبان میں نازل ہونے کی صورت ہوتی تو شاہ عبدالقادر کی کاوش کا رنگ جھلکتا نظر آتا اور یہی انداز ہوتا"۔

بعد کے اکثر تراجم جن میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا ترجمہ خاص طور پہ قابل ذکر ہے درحقیقت شاہ صاحب کے ترجمہ کی نقل ہے یعنی یہ کہ شیخ الہند نے اردو کی ترقی یافتہ صورت کو اپنا کر وقت کے چیلنج کو پورا فرمایا۔

پھر قرآن عزیز کی تفسیر کا نمبر آتا ہے تو اردو زبان میں اس پہ بے پناہ کام ہوا اور ہو رہا ہے۔ آپ کو شاہ عبدالقادرؒ کے مختصر حواشی نظر آئیں گے لیکن ان کی مثال "دریا بکوزہ" کی ہے۔ شیخ الہندؒ کے تفسیری نوٹ جن کی تکمیل حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے فاضلانہ قلم سے ہوئی شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن

کو دیکھ کہ علامہ انور شاہ کاشمیریؒ جیسے یگانہ روزگار ہستیاں اور محدث دنگ رہ گئے تھے ۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور ان کے خدام اور شاگردوں کی کاوشیں اپنی مثال آپ ہیں جن میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی محنت کو خدا نے بالخصوص قبولیت عام نصیب فرمائی ۔ اور آخر میں مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی علیہ الرحمہ کی ۸ جلدوں میں تفسیر معارف القرآن بلاشبہ وقت کا ایک عظیم تحفہ اور قرآن کے طالب علموں کے لیے قدرت کا عظیم عطیہ ہے ۔

اسی سلسلہ خیر کی کڑی ایک زیر نظر تفسیر ہے جو اس سلسلۃ الذھب کے ایک فرد مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی قدس سرہٗ نے اپنے قلم سے لکھی اور ایسی کہ دنیا پر نقش قائم فرما دیا ۔ یہ تفسیر ۸ جلدوں پر پھیلی ہوئی ہے ۔ جن میں سے ہر جلد اڑھائی صد سے تین صد صفحات تک پھیلی ہوئی ہے ۔

آیت کریمہ کے نیچے ترجمہ درج کرنے کے بعد ضروری ترکیب نحوی ہے اور پھر تفسیر ۔ اس تفسیر میں جہاں اور بے پناہ خوبیاں ہیں وہاں بعض خاص چیزیں قابل ذکر ہیں ۔

مثلاً پہلی جلد "مقدمہ" کے طور پر شامل ہے اور آخری جلد کے آخر میں اس دور کے عظیم المرتبت اہل علم و قلم کے رشحات فکر ہیں جو اس تفسیر سے متعلق ہیں ۔ اور ساتھ ہی مصنف کے قلم سے جغرافیۃ العرب اور اس کا نقشہ بڑے معرکہ کی چیز ہے کہ قرآن کے سمجھنے کے لیے یہ بڑا ضروری ہے ۔

اس مقدمہ میں کلامی مسائل پر موصوف نے اتنی مبسوط اور جامع گفتگو کی ہے کہ باید و شاید ؟ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کلامی علوم میں بڑا درک عطا فرمایا تھا اور گویا آپ اس فن کے پی ، ایچ ، ڈی تھے ۔

ہر ہر مسئلہ کو مثبت انداز میں پیش کرنے کے بعد دلائل سمیت پھر مختلف مذاہب کے لوگوں کی طرف سے اعتراضات کا ذکر اور ان کے شافی جوابات مقدمہ میں بیان فرمائے ہیں اور آئندہ پوری تفسیر میں یہ رنگ نمایاں اور جھلکتا ہے خصوصیت کے ساتھ اپنے دور کی اس شخصیت کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہے ۔ جو سر سید احمد خاں کے نام سے معروف ہے اور علیگڑھ کالج کے بانی کی حیثیت سے جس کا بڑا شہرہ ہے اس اعتبار سے مسلمان قوم اس ذات شریف کو اپنا محسن سمجھتی ہے لیکن یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ آنجناب نے جدت پسندی اور روشن خیالی کے چکر میں پڑ کر کلامی مسائل کا بالخصوص جس طرح حلیہ بگاڑا ، اس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا ۔

موصوف کی تفسیر القرآن اور خطبات احمدیہ کے علاوہ ان کی ہر چھوٹی بڑی کتاب اور رسالہ میں یہ بات نظر آئے گی اور اس کا بنیادی سبب انگریز سے مرعوبیت اور احساس کمتری کا چکر تھا ۔

مولانا موصوف نے کمال جرأت و ہمت سے ناواقف مسلمانوں کے اس دوست نما دشمن کا پردہ چاک کر کے قرآن کی حقیقی روشنی کا رنگ دکھلایا ہے اور اس مسئلہ میں کسی کے شور و غوغا کی پرواہ نہیں کی اور اس طرح گویا آپ نے فرض کفایہ ادا کیا ہے ۔ آج کے دور میں سرسید کے مقلدین کی کمی نہیں ۔ اس لیے یہ تفسیر وقت کی ناگزیر ضرورت تھی ۔ جسے مکتبہ الحسن کے مالکان نے پورا کر دیا ہے ۔

مولانا کی زندگی میں اور آپ کے بعد یہ تفسیر دہلی میں چھپتی رہی ۔ غالباً ایک آدھ دفعہ دیوبند میں بھی چھپی لیکن پاکستان اس شرف و سعادت سے محروم تھا ۔

مخدوم و مکرم حضرت الشیخ مولانا مفتی محمد حسن رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ ارشد حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی یاد میں قائم کردہ مکتبہ الحسن لاہور ۹/۲۹ لال چوک اسٹریٹ عبدالکریم روڈ قلعہ گوجر سنگھ لاہور کے جواں ہمت مالکان نے ہندی نسخہ کا فوٹو لے کر بڑے خوبصورت انداز سے سفید کاغذ پر اس کو حسب سابق ۸ جلدوں میں طبع کرایا ہے ۔

جلدیں بڑی مضبوط اور خوبصورت ہیں سنہری ڈائی دار ہونے کے سبب عجب بہار دکھلاتی ہیں ۔ الغرض معنوی کمالات کے ساتھ ظاہری اور صوری خوبیاں بطریق اتم موجود ہیں ۔

ناقدری علم کے اس دور میں اس قسم کے لٹریچر پر سرمایہ خرچ کرنا یقیناً ایک جہاد ہے جس کی توفیق باہمت لوگوں کو نصیب ہوتی ہے ۔ لیکن معاشرہ کے

اہل علم و دانش کا فرض ہے کہ وہ اس قسم کے حضرات سے تعاون کریں اور بھرپور! اور تعاون یہی ہے کہ کتاب خریدیں، اس سے جہاں خود ان کا فائدہ ہوگا اور انہیں قرآنی علوم و معارف سے آگاہی ہوگی وہاں اہل مکتبہ کی کی حوصلہ افزائی ہوگی اور وہ آئندہ چل کر مزید لٹریچر چھپوا سکیں گے۔

ہم مدارس اسلامیہ، سکول و کالج اور یونیورسٹیز کے ارباب حل و عقد سے نیز دوسرے باذوق حضرات سے توقع کریں گے کہ وہ وسیع پیمانے پر خریدار بن کر اس سلسلہ خیر میں ممد و معاون ہوں گے۔

قیمت اڑھائی صد روپیہ۔ علماء، خطباء، آئمہ مساجد اور طلبہ کے لیے دو صد روپیہ۔ تاجران کے لیے معقول رعایت

ملنے کا پتہ: اشرف اکیڈمی، جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

دینی تعلیم کا رسالہ

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے نامور فرزند جامعہ قاسمیہ شاہی مسجد مراد آباد اور مدرسہ امینیہ دہلی کے فخر روزگار مدرس، ادارہ مباحث فقہیہ ہند کے رئیس التحریر، جمعیۃ علماء ہند کے ناظم اور متعدد مقبول و معروف کتابوں کے مصنف تھے۔ جن میں "علماء ہند کا شاندار ماضی" "عہد زرین اور سیرت مبارکہ" "حیات شیخ الاسلام" بالخصوص معرکہ کی چیزیں ہیں۔ آپ نے چھوٹے بچوں کی اصلاح و تربیت اور انہیں ابتدائی عمر میں ضروری چیزوں سے واقف کرنے کی غرض سے یہ رسائل سپرد قلم فرمائے جن کے نو حصے اس وقت زیر نظر ہیں اور تین ابھی باقی ہیں۔

ان رسائل میں سے ع۱ ۴۸، ع۲ ۹۶، ع۳ ۸۸، ع۴ ۷۲، ع۵ ۸۰، ع۶ ۹۶، ع۷ ۱۱۲، ع۸ ۹۲ اور ع۹ ۱۰۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ رسائل پرائمری اور مڈل کلاسز کے بچوں کی ذہنی استعداد کو سامنے رکھ کر ایسے انداز سے ترتیب دیے گئے ہیں کہ بچے ذوق و دلچسپی سے پڑھ سکیں۔ انداز بیان انتہائی سہل مگر پرشگفتہ ہے جبکہ جامعیت کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔

عقائد و اعمال، معاملات و عبادات، حقوق و فرائض اور اخلاق و کردار غرضیکہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے متعلق ان رسائل میں خاص ترتیب سے ضروری مواد فراہم نہ کیا گیا ہو۔ ان رسائل کو اللہ تعالیٰ نے اتنی مقبولیت عطا فرمائی کہ ہندوستان کے متعدد دینی اور عصری اداروں نے اپنے ابتدائی نصاب میں انہیں شامل کیا جہاں بڑی باقاعدگی سے انہیں پڑھایا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی واحد ذمہ دار اور نمائندہ جماعت جمعیۃ علماء ہند نے اپنے شبینہ مکاتب میں ان رسائل کے پڑھانے کا معقول انتظام کر کے وہاں کی نسلِ نو کے دین و ایمان کے تحفظ کا قابل قدر فریضہ سرانجام دیا۔ ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ایک سبق کے بعد چند سوالات مرتب کر دیے گئے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ پڑھے ہوئے سبق پر طلبہ کو کتنا عبور ہے؟ اور اس سے ذہنی استعداد میں اضافہ لازمی امر ہے۔

مزید خوبی یہ بھی ہے کہ نثر کے ساتھ نظم کا سہارا بھی لیا گیا ہے اور قابل قدر شعراء کے پاکیزہ دینی جذبات و خیالات کو حسب ضرورت ذکر کر دیا گیا ہے۔

وطن عزیز پاکستان میں جہاں تعلیم کا مسئلہ نازک صورت اختیار کر چکا ہے اور نسل نو کے بگاڑ و فساد کا رونا عام ہو چکا ہے۔ فقیہ ہند مولانا مفتی کفایت اللہ قدس سرہ کے رسائل تعلیم الاسلام چار حصے اور یہ رسائل باقاعدگی سے پڑھا دیے جائیں تو انشاء اللہ ایک ایسی مضبوط بنیاد قائم ہو جائے گی جو آئندہ چل کر بچوں کو بگاڑ سے بچا سکے گی۔

آج کے دور میں جبکہ وطن عزیز ایک صحیح سمت کی طرف رواں دواں ہے ابتدائی تعلیم کا معقول انتظام ازبس ضروری ہے۔

ہم اہل حق کے وارث ہونے کی حیثیت سے اکابر جمعیۃ علماء اسلام سے بالخصوص گذارش کریں گے کہ وہ اپنے مدارس میں ان کی تعلیم کا انتظام کرائیں۔ نیز مساجد میں ابتدائی مکاتب کا اہتمام کرا کر نسل نو کی بہتر تعلیم و تربیت کے لیے قوم کو متوجہ کریں اور شبینہ کلاسوں کے ذریعہ "بڑوں" کے لیے بھی انتظام ممکن ہی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ "علم" کے لیے عمر کی کوئی حد نہیں اور

"بیٹے" بھی فلاح دارین کے اسی طرح محتاج ہیں۔

ہم ساتھ ہی عام مسلمانوں سے درخواست کریں گے کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں ان سے استفادہ کریں۔

یہ رسائل مکتبہ محمودیہ بیت الحمد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور نے روایتی خوش مذاقی سے شائع کئے ہیں کاغذ، کتابت، طباعت ہر چیز معیاری ہے۔ البتہ ٹائیٹل میں وہ معیار قائم نہیں رہ سکا جس کی آئندہ تلافی ممکن ہے نیز امید ہے کہ بقیہ تین حصے جلد از جلد شائع کر دئے جائیں گے۔

ان طبع شدہ حصوں کی مجموعی قیمت چوبیس روپے ہے۔

کاروانِ احرار جلد دوم

جانباز مرزا ہمارے ملک کے ایک ایسے مخلص سیاسی ورکر اور صاحبِ قلم ہیں جن کے پاس خلوص و دیانت کے سرمایہ کے بغیر کچھ نہیں۔ لیکن ایک مسلمان کے نقطۂ نظر سے یہی وہ متاع ہے جس کی کوئی قیمت نہیں اور سارے جہاں کی مادی دولت اس کے سامنے ہیچ ہے۔

آزادیٔ وطن کے بعد یہاں تاریخ کے نام پر جو "گل" کھلائے گئے اور "لولوئے لالہ" بکھیرے گئے ان کی حیثیت مارکیٹ کے کھوٹے سکوں سے زیادہ نہ تھی۔ کیونکہ ان کے ذریعہ ہر اس آدمی، فرد اور جماعت کو ابھارنے کی کوشش کی گئی۔ جس کا دین و دیانت، ملکی آزادی اور خدمت مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ چونکہ احرار و جمعیۃ علماء کے ورکروں اور رہنماؤں کی دیانت دارانہ سوچ تقسیم کے مسئلے پر شکست کھا گئی تھی۔ اس لیے یہاں کے تھڑدلے اور بزدل حکمرانوں نے جن کی زندگیاں انگریزی چوکھٹ پر سجدہ کرتے گزری تھیں، نے ملکی و قومی خزانہ سے لاکھوں کروڑوں روپیہ اپنے ہی قسم کے قلمکاروں کی تربیت پر خرچ کر کے ان سے تاریخ کے نام پر بددیانتی سے بھرپور مواد فراہم کرایا۔ اور نسلِ نو کے لیے آزادی کی فضا میں سوچنے کے دروازے چوپٹ بند کر دئے۔ یہ صورت حال اگر برقرار رہتی تو مستقبل کا مؤرخ ایسے اندھیروں میں بھٹک کر رہ جاتا جن سے بخیریت نکلنا ناممکن ہوتا۔ اور پھر مسلمان قوم کی بہ حیثیت مجموعی جو تاریخ مرتب ہوتی وہ اتنی بھیانک ہوتی کہ توبہ بھلی۔

اس فتنہ سے نپٹنے کے لیے اور خلقِ خدا کو حقائق سے آگاہ کرنے کے لیے ضروری تھا کہ بلانوشانِ محبت اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے اور ایک مستقل ٹیم اس محاذ پر لگاتے جو بیگانوں اور یگانوں کی الٹی سیدھی سُنے بغیر حقیقت کو الم نشرح کر دیتی اگرچہ اس کی زد کسی پر پڑتی۔ لیکن افسوس کہ یہاں کے مخصوص ماحول نے ان لوگوں کو بھی ایک خاص خول میں بند کر دیا ہے۔ جو انگریز کے توپ و تفنگ سے بھی نہیں گھبراتے تھے۔ اور جن کی زندگی کا سرمایہ پھانسی کے رسوں کو چومنا اور جیل کی بلند و بالا دیوار کے زیر سایہ رہ کر آزادیٔ وطن کے لیے سوچنا تھا

بہرحال قدرت بڑی مہربان ہے اور وہ کام لینے پہ آئے تو چیونٹی سے ہاتھیوں کو مروا دیا کرتی ہے۔

جانباز صاحب کی حیثیت اس معاشرہ میں بالکل یہی ہے کیونکہ نہ تو وہ لینڈ لارڈ ہیں اور نہ صنعت کار، اس کے پاس بلند و بالا محل نما کوٹھی، لمبی چوڑی کار حتیٰ کہ فون تک نہیں ہے لیکن خدا نے اس شخص کو ولولہ تازہ عطا فرمایا ہے اور وہ صبح سے شام تک مختلف لائبریریوں کی خاک چھانتا ہے، اداروں میں موجود ریکارڈ کھنگالتا ہے اور کہیں سے کسی پرزہ کی خبر ملتی ہے تو چل نکلتا ہے۔ پھر وہ کاتب کے پاس خود جاتا ہے۔ کتابت کے بعد پروف ریڈنگ اسی کا کام ہے، پریس والوں سے اسی کا رابطہ، جلدبندی کے لیے اسی کی بھاگ دوڑ، حتیٰ کہ اربابِ فکر و نظر اور سچائی کے طالبوں کے پاس کتاب پہنچانا بھی اسی کا فرض۔

کیونکہ آج کے دور کے ناشر و کتب فروش سقراط کی طرح زہر کا پیالہ پینے کے روادار نہیں انہیں محض دولت کمانے کے لیے جنسی لٹریچر یا پھر منافرت انگیز لٹریچر چاہیے اور منڈی میں یہ جنس نایاب نہیں۔

جانباز صاحب نے پہلی جلد میں ۱۹۳۴ء تک کے واقعات کو سپرد قلم کیا اور مجلس احرار اسلام، جمعیۃ علماء ہند، کانگریس اور مسلم لیگ کے علمی و عملی کردار کی روشنی میں بے لاگ اور سچی کہانی سپرد قلم کی۔ جس سے پریشان حال اور معاشرہ کے ستائے ہوئے مظلوم افراد کی باچھیں کھل گئیں لیکن انگریز کے باقیات اور ان کے

مولانا عبید اللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ شوکت علی پریمیئر پرنٹرز میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ سے شائع کیا

بہت اثر افراد اور ادارے کھلا اٹھے۔ لیکن اس مرد قلندر نے خاموشی سے سفر جاری رکھا۔ اور اب دوسری جلد سامنے آگئی۔ یکم جولائی ۳۱ء سے یکم اپریل ۳۴ء تک کے واقعات جانبازوں کا کردار، انداز وہی ہے جو پہلی جلد میں تھا۔

جانباز صاحب نے جزئی واقعات تک نہیں چھوڑے اور کوئی چیز بغیر حوالہ سپرد قلم نہیں کی۔

۸۱۱ درمیانہ سائز کے صفحات پر پھیلی ہوئی یہ کتاب جو ۲۴۷ ضمنی عنوانات پر مشتمل ہے آج کے دور کی ایک ایسی ضرورت ہے جو اگر آج مارکیٹ میں نہ آتی تو بہت بڑا ملی نقصان ہوتا کیونکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا تاریخ بچوں کا کھیل بن چکی ہے۔

ممکن ہے کہ آپ کو زبان و بیان کے اعتبار سے مولانا ابوالکلام جیسی چاشنی یہاں نہ ملے کیونکہ جانباز صاحب پنجابی ہونے کے ساتھ ساتھ بچپن میں ہی قومی تحریکوں میں سرگرم عمل حصہ لینے کے سبب تعلیم بھی مکمل نہ کر سکے لیکن معنویت کے اعتبار سے آج کوئی کتاب اس فن میں اس کے برابر نہیں اور قومی لائبریریوں اور اداروں میں اس کا ہونا از بس ضروری ہے ورنہ نسل نو پہ ظلم ہوگا۔

ابھی جانباز صاحب کا سفر جاری ہے جلد ۳ کی تکمیل میں وہ مصروف ہیں۔ لہٰذا اس کی ضرورت ہے۔ کتاب و مصنف کی بے حد پذیرائی کی جائے تاکہ وہ اپنا کام پورا کر سکے۔

اللہ تعالیٰ جانباز صاحب کو ملت کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ (محمد سعید الرحمن علوی)

بقیہ : اداریہ

الک سازش کیس اور دوسرے کیس

ساتھ ہی ایک مسئلہ الک سازش کیس کا ہے۔ بھٹو گردی کے سلسلہ میں فوج کے کچھ لوگوں کی جدوجہد کا جو نتیجہ ہوا اور جس طرح انہیں اور ان کے اہل خانہ کو نشانۂ ستم بنایا گیا اس کی بہت سی کڑیوں سے جنرل ضیاء الحق صاحب بذات خود واقف ہیں۔

ان ماخوذین کی بیگمات کا نمائندہ وفد اس مسئلہ میں نظرثانی کی درخواست کر چکا ہے اور انہی کے حوالہ سے قومی اتحاد کے رہنماؤں کی طرف سے جنرل صاحب سے بات چیت کا انکشاف بھی ہو چکا ہے۔

آج جبکہ بھٹو دور کی ہر شرارت کی تحقیق ہو رہی ہے۔ اور ان کی بدکاریاں واضح ہوتی چلی جا رہی ہیں اور ان کی مجرمانہ ذہنیت نکھرتی چلی جا رہی ہے تو یہ مسئلہ بھی انسانیت کے نام پہ نظرثانی کا محتاج ہے۔

جنرل صاحب جو فوج کے سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ ملک کی زمام کار بھی اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں کے لیے بہترین موقعہ ہے اور ہماری گزارش ہے کہ وہ اس مسئلہ پر ضرور نظرثانی کریں گے۔ اور دکھی خاندانوں کے اطمینان کا اہتمام کریں گے۔

اسی کے ساتھ ہم تحریک مسجد نور گوجرانوالہ اور تحریک ختم نبوت نیز تحریک نظام شریعت کے کارکنوں کے خلاف مقدمات وغیرہ کی طرف توجہ دلانا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ان خالص ملی و مذہبی تحریکوں میں بہادرانہ انداز سے حصہ لینے والوں کے خلاف نہ صرف مقدمات وغیرہ واپس لیے جائیں گے بلکہ جن لوگوں نے ان پر زیادتیاں کی ہیں انہیں بھی عبرتناک سزائیں دی جائیں گی۔

اور قادیانیت

آج کی صحبت میں ہم یہ بھی گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ بھٹو کے دور میں آئین کی ترامیم کے ذریعہ جو مٹی پلید ہوئی اس کا زمانہ گواہ ہے۔ صرف دو ترمیمیں ملت کی آواز اور اس کی آرزوؤں کی ترجمان تھیں جن کا تعلق قادیانیت سے تھا لیکن ان پر عمل درآمد نہ ہوا اور اب تک معاملہ جوں کا توں ہے بلکہ مرزائی پرلیس اس طرح زہر اگلتا ہے کہ الامان۔

محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلام کی حیثیت سے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے ہماری گزارش ہے کہ انگریزی مفادات کی خاطر قصر نبوت میں نقب لگانے والے ڈاکوؤں کی مؤثر بیخ کنی کا انتظام کر کے داور محشر کے حضور شفاعت پیغمبر کے مستحق بنیں اور اللہ سے بے پناہ اجر حاصل کریں۔



ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر [illegible]

ضرورت قاری

انجمن اصلاح المسلمین پنڈی بھٹیاں کو جامعہ عربیہ خیر العلوم کے لیے ایک حافظ قاری کی ضرورت ہے۔ جو بچوں کو حفظ و ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم دے سکے۔ درخواست میں فراغت کی سند کی نقل یا اس درس گاہ کا حوالہ ضروری ہے۔ تنخواہ کا فیصلہ بالمشافہ طے کیا جائے گا۔ انٹرویو کے لیے اخراجات بذمہ انجمن ہوں گے۔

المشتہر

غلام رسول ناظم انجمن اصلاح المسلمین پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ

علوم دینیہ کا مرکز

دار العلوم رحمانیہ لیمارکیٹ کراچی ۱ میں کئی سالوں سے کتب عربیہ درس نظامی و تجوید و قراءت و حفظ کی تعلیم ہو رہی ہے اس سال شعبہ تجوید و قراءۃ کو مزید ترقی دینے کی غرض سے جناب قاری عبد المالک صاحب (قاری قراۃ عشرہ) کے علاوہ جناب مولانا قاری عبد الرشید صاحب فاروقی (راولپنڈی) جو کافی تجربہ و مہارت رکھتے ہیں کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ داخلہ کے لیے رجوع فرمائیں۔ طلباء کے قیام و طعام کے مصارف مدرسہ کی جانب سے ہیں۔

(مولانا) عبد الرحمن رحمانی مہتمم دار العلوم رحمانیہ، کراچی

خدام الدین میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

مطبوعات

اسلامی تعلیمات ۰۰ —— ۱۲ روپے

مجموعہ رسائل انجمن خدام الدین

حصہ ۱ تا ۱۴ ۲۵ —— ۲

اصلی حنفیت ۶۰ —— ۰

استحکام پاکستان ۳۰ —— ۰

مقصد قرآن ۷۵ —— ۰

مجلس ذکر حصے ۸ ... —— ۱۲

تقسیم وراثت (مولفہ ملک شبیر احمد بگوی) ۵۰ —— ۱

محصولڈاک بذمہ خریدار

سوانح حیات حضرت مولانا احمد علی لاہوری رح

انوار ولایت ۰۰ —— ۶

مقامات ولایت ۰۰ —— ۱۰

مطلوبہ کتابوں کی قیمت بذریعہ منی آرڈر پیشگی آنا ضروری ہے

زیادہ تعداد میں منگوانے والوں کے لیے تاجرانہ رعایت

ملفوظات طیبات ۲۵ —— ۳

گلدستہ صد احادیث (انعمی) ۷۵ —— ۰

تشریح اسماء اللہ الحسنی ۷۵ —— ۰

نجات دارین کا پروگرام ۶۰ —— ۰

بہشتی و دوزخی کی پہچان ۶۰ —— ۰

خطبات حصے ۰۰ —— ۱۲

محسنہ کائنات (رعایتی) ۰۰ —— ۱۰

انجمن خدام الدین اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور